کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم



تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد معراج احمد قادری مصباحی

خادم رضوی دار الافتاء مقام و پوسٹ حسن گڑھ پریلا ضلع بستی

ناشر

رضوی دار الافتاء

مقام و پوسٹ حسن گڑھ پریلا ضلع بستی، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم

تالیف
محمد معراج احمد قادری
خادم رضوی دارالافتاء مقام و پوسٹ حسن گڑھ پر یلا ضلع بستی

ناشر
رضوی دارالافتاء
مقام و پوسٹ حسن گڑھ پر یلا ضلع بستی، یوپی

Scanned by CamScanner

نام کتاب	:	مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم
تالیف	:	محمد معراج احمد قادری مصباحی
		خادم :۔ رضوی دار الافتا مقام و پوسٹ حسن گڑھ پر یلا ضلع بستی
نظر ثانی	:	جامع معقول و منقول حضرت مفتی محمد قدرت اللہ صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان، سابق صدر المدرسین و شیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)
پروف ریڈنگ	:	مؤلف کتاب
کمپوزنگ	:	محمد خورشید احمد رضوی مصباحی (ازہری پرنٹرس بلرام پور، یوپی)
سن اشاعت	:	۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء
صفحات	:	
قیمت	:	

ملنے کے پتے

(۱) رضوی دار الافتا مقام و پوسٹ حسن گڑھ پر یلا ضلع بستی

(۲) دار العلوم اہل سنت سبحانیہ مفتاح العلوم محمد پور ضلع گونڈہ (یوپی)

(۳) مکتبہ فقیہ ملت مٹیا محل جامع مسجد دہلی

(۴) دار العلوم اہل سنت ہدایت العلوم مقام حسن گڑھ پر یلا ضلع بستی (یوپی)

مصادر و مراجع

(۱) قرآن مجید	(۱۷) شرح عقائد	(۳۳) رسالہ تعزیہ داری
(۲) تفسیر کبیر	(۱۸) ردالمحتار	(۳۴) قانون شریعت
(۳) تفسیر خازن	(۱۹) فتاویٰ عزیزیہ	(۳۵) تاریخ الخلفا
(۴) تفسیر روح المعانی	(۲۰) فتاویٰ بزازیہ	(۳۶) برکات آل رسول
(۵) بخاری شریف	(۲۱) فتاویٰ رضویہ	(۳۷) نزہۃ المجالس
(۶) مسلم شریف	(۲۲) فتاویٰ مصطفویہ	(۳۸) سچی حکایات
(۷) ابن ماجہ شریف	(۲۳) فتاویٰ امجدیہ	(۳۹) خطبات محرم
(۸) ترمذی شریف	(۲۴) بہار شریعت	(۴۰) شام کربلا
(۹) مشکوٰۃ شریف	(۲۵) فتاویٰ ملک العلما	(۴۱) مسائل اسلام
(۱۰) عمدۃ القاری (عینی)	(۲۶) فتاویٰ نعیمیہ	(۴۲) ماہنامہ اشرفیہ
(۱۱) ارشاد الساری	(۲۷) فتاویٰ اجملیہ	(۴۳) غنیۃ الطالبین
(۱۲) نووی شرح مسلم	(۲۸) فتاویٰ منظر اسلام	(۴۴) اسلامی زندگی
(۱۳) نزہۃ القاری	(۲۹) فتاویٰ فیض الرسول	(۴۵) شمع ہدایت
(۱۴) مرقاۃ المفاتیح	(۳۰) فتاویٰ فقیہ ملت	(۴۶) فرہنگ آصفیہ
(۱۵) کنز العمال	(۳۱) احکام شریعت	(۴۷) منصفانہ جائزہ
(۱۶) جامع الاحادیث	(۳۲) اصلاح رسوم	(۴۸) موسم رحمت
(☆) فتاویٰ شرعیہ	(☆) ماہ نامہ اعلیٰ حضرت	(☆) ماہ نامہ فیض الرسول

فہرست کتاب

☆☆☆☆☆

۷۸۶/۹۲

شرف انتساب

شہزادۂ رسول، دل بند بتول، سید الشہداحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان تمام شہیدان وفا کے نام جنہوں نے دین متین کی حفاظت وصیانت کے لئے خالصتاً لوجہ اللہ اپنا خون یا پسینہ بہایا۔

اور

والد گرامی عالی جناب صدر علی لطیفی مرحوم کے نام جنہوں نے مجھے علم دین حاصل کرنے کا وافر موقع عنایت فرمایا۔ اور خواب کے شرمندۂ تعبیر ہونے سے پہلے ہی داغ مفارقت دے گئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب کے صدقے ان کی قبر کو منور وتابناک فرمائے۔ اور عذاب قبر سے محفوظ ومصؤن فرما کر جنت کی اعلیٰ کیاری میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم۔

محمد معراج قادری مصباحی

۷۸۶/۹۲

وجہ تالیف

۱۴۲۷ھ میں تعزیہ داری کے جواز میں بے شمار اغلاط واکاذیب ، تعارضات اور گستاخی سے بھرا ہوا رسالہ نظر سے گذرا۔ جس کا مولف گلزار حسین درانی ہے اس کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک تقیہ باز شیعہ ہے۔ اسی لئے اس نے جا بجا شیعوں اور رافضیوں کی کتابوں کا حوالہ دیا ہے، عوام بے چارے کیا جانیں وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کتاب کا حوالہ مع صفحات ہے اور مصنف کا نام بھی لکھا ہے اس لیے وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ مصنف کس عقیدے اور نظریے کا ہے، کہ جو کچھ لکھا ہوتا ہے سب کو وہ صحیح سمجھنے لگتے ہیں۔ رسالہ کے دیکھتے ہی اہل حق کے دلوں پر ایک بجلی سی گری، اور خاص طور سے امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کاتب وحی ہیں) کی شان میں گستاخانہ جملے قلوب واذہان پر مثل نشتر چبھے۔ اگر اس کی لفظی غلطیوں کو بیان کیا جائے تو ایک اشتہار پر ہو جائے اور اگر اس گمراہ کن رسالہ کا جواب تحریر کیا جائے تو کتاب کافی ضخیم ہو جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے بہت سی بے بنیاد باتیں شیعہ یا شیعہ نواز مصنفین کی کتابوں سے نقل کر دیا گیا ہے مثلاً خلیل داس سیوانی کی بعض کتابوں کا حوالہ دیا ہے جو سراسر شیعہ نواز مصنف گزرا ہے جس کی خرافات کا دندان شکن اور مدلل جواب مفتی آگرہ حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ آنولوی علیہ الرحمہ نے ''صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا'' کے نام سے دے دیا ہے جس کا جواب آج تک خلیل داسی فرقے سے نہ ہو سکا نہ قیامت تک ہو سکتا ہے

کہتے ہیں کہ شیعہ علما کتابیں لکھ کر خلیل داس کے نام سے شائع کرتے تھے، اس لئے کہ خلیل اس عالم نہیں تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گلزار درانی کس فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔

گمراہیت سے بھرے ہوئے رسالہ کو دیکھنے کے بعد لوگوں سے رہا نہ گیا مجھ سے اس کے جواب کے بارے میں کہا گیا میں نے اپنی کم مائیگی و بے بضاعتی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس اہم کام سے دامن چھڑانا چاہا لیکن جب اصرار حد سے تجاوز کیا تو ذات خدا و مصطفیٰ جل جلالہ، و ﷺ پر بھروسہ کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور اپنی بساط علم کے مطابق مسئلہ کو خوب واضح کرنے کی کوشش کی، کسی کتاب کے جواب کا طریقہ تو یہ ہے کہ اس کتاب کی عبارتیں نقل کی جائیں اور پھر اس پہ محاسبہ و تنقید اور اصل مسئلہ کی وضاحت کی جاے۔ لیکن راقم الحروف نے بخوف طوالت، اور مغلات کتب اور رکیک دلائل کے نقل و محاسبہ سے دانستہ گریز کرتے ہوئے کتاب و سنت اور مستند علماے کرام اور فقہاے اسلام کی تحریرات کی روشنی میں اصل مسئلہ کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ واضح کر دیا ہے تا کہ حق سامنے آجاے۔ اور اس جاہل کی جہالت حقائق و معلومات کے اجالے میں آشکارا ہو جاے۔ اور آئندہ قلم اُٹھانے سے باز آجاے۔ جہالت کی ایک حد ہوتی ہے مگر آں جناب اس حد کو پار کر گئے ہیں اور اپنی جہالت اور دل کی بات اس انداز سے اپنی کتاب کے صفحہ دس پر پیش کرتے ہیں۔

''اگر کسی صاحب کو کوئی خامی نظر آے تو مطلع فرمائیں تا کہ خامیوں کی تکمیل کر کے تلافی کر سکوں۔

حضرات غور کریں بجائے خامیوں کی اصلاح کرنے کے اس کی تکمیل ہو گی یعنی جو کچھ باقی ہے اس کو بھی لکھ دوں گا۔

حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

اس کتاب کی تالیف میں ہمارے کرم فرما علما و مفتیانِ عظام نے حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنی مخصوص دعا و صلاح و مشورہ سے نوازا۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اپنے محبوب کے طفیل ان بزرگوں کے علمی، فقہی اور روحانی فیضان سے ہمیں اور پوری جماعتِ اہل سنت کو بہرہ ور فرمائے۔ (آمین)

ہم فراموش نہیں کر سکتے اپنے والد مرحوم عالی جناب صدر علی لطفی اور والدۂ محترمہ اور برادرِ اکبر حضرت مولانا محمد مقدس حسین لطفی کو جن کی نیک دعاؤں نے ہر نازک موڑ پر مجھ کو سنبھالا ہے۔

رب کائنات کی بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے جملہ اساتذہ کرام اور برادرِ اکبر، والدۂ محترمہ کا سایۂ عاطفت تادیر میرے سر پر قائم و دائم رکھے۔ ان کے فیوض و برکات اگر میرے سر پر سایہ فگن رہیں تو یہی ہمارے لئے کامیابی و کامرانی کی دلیل ہوگی۔

اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا مجھے بھرپور احساس ہے اس لئے میں عرض کرتا ہوں کی قارئین کو اگر اس رسالہ میں کوئی خامی یا کمی نظر آئے تو برائے مہربانی مجھے مطلع فرمائیں میں آپ کا ممنون و مشکور ہوں گا۔

اخیر میں ہم دارالعلوم کے اراکین اور ان لوگوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن لوگوں نے اپنے گاڑھی رقموں کو اس رسالہ کی اشاعت کے لئے دیا۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو دین و دنیا کے برکات و حسنات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ و آلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقط دعا گو

محمد معراج احمد قادری مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلماتِ دُعائیہ

جامع معقول ومنقول حضرت مفتی محمد قدرت اللہ صاحب قبلہ رضوی

علیہ الرحمۃ ، سابق شیخ الحدیث وصدر المدرسین

دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر (یوپی)

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اَمّا بَعْد!

عزیز گرامی قدر حضرت مولانا محمد معراج احمد صاحب قادری مصباحی صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت حشمت العلوگاے ڈیہ، ضلع بلرامپور، یوپی کا ''مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم'' نامی رسالہ میں نے از اوّل تا آخر دیکھا۔ مولانا نے ہر ہر مسئلہ کو دلائل و براہین سے مزین کر کے اکابر علماے اہل سنت اور حضرات مفتیان کرام کے اقوال وفتاویٰ پیش کرتے ہوئے بڑے ہی سلجھے ہوئے انداز میں ہر بات پیش کی ہے۔ دعا ہے کہ رب کریم بطفیل نبی رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مولانا کی اس ترتیب وتالیف کو شرف قبول فرما کر مقبول انام بنائے اور اہل سنت کو احکام شرع پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہٗ

صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، سنت کبیر نگر (یوپی)

۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

کلماتِ دُعائیہ

وارث علوم اعلیٰ حضرت، جانشین تاج دار اہل سنت، تاجِ شریعت

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب قبلہ قادری

ازہری دام ظلہ العالی بریلی شریف

نحمدہٗ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔

کتاب مسمّٰی "مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم" کے سلسلہ میں معلوم ہوا کہ اس کتاب پر حضرت مفتی شبیر حسن رضوی صاحب اور مولانا مفتی اختر حسین صاحب کی تقریظات موجود ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ سے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ کتاب کو قبول فرمائے اور مؤلف کتاب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

کلماتِ دُعائیہ

جامع علوم عقلیہ ونقلیہ حامل علوم شرعیہ حضرت مفتی شبیر حسن صاحب قبلہ رضوی

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ روناہی ضلع فیض آباد (یوپی)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَمّا بَعْد!

پیش نظر رسالہ ،مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم'' محب مکرم حضرت مولانا محمد معراج احمد قادری مصباحی بستوی سلمہٗ القوی کا تالیف کردہ ہے ،موصوف نے اپنے اسلاف کرام خصوصاً امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریات صحیحہ اور مروجہ تعزیہ داری سے متعلق ارقام فرمودہ احکام شرعیہ کا ذکر کیا ہے اور یزید پلید علیہ مایستحقہ سے متعلق اپنے امام، امام الائمہ، کاشف الغمہ، سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ومذہب بیان فرمایا ہے تاکہ عوام اہل سنت لہو ولعب وخرافات وبدعات سے اجتناب کریں اور یزید پلید سے متعلق اپنے احناف کے نظریات حقہ کو جانیں اور پہچانیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں مولیٰ تعالیٰ محب مکرم حضرت مولانا محمد معراج احمد قادری مصباحی کی اس کاوش کو قبول فرمائے ۔اور مقبول عوام وخواص بنائے اور ان کے تالیف کردہ مسائل شرعیہ واحکام دینیہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق بخشے اور موصوف کے لئے ذریعہ نجات آخرت بنائے ۔اور مزید خدمات کا موقع عطا فرمائے ۔آمین بجاہ حبیبہ الکریم ﷺ ۔

فقط دعا گو ودعا جو: شبیر حسن رضوی غفرلہٗ القدیر القوی

خادم الجامعۃ الاسلامیہ روناہی ،فیض آباد (یوپی)

۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۴۳۰ھ

کلمات تبریک

سراج الفقہا والمحدثین، محقق مسائل جدیدہ

حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی برکاتی

صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ وعلیٰ الہ وصحبہ ومن والاہ.

اس وقت میرے پیش نظر عزیز سعید حضرت مولانا محمد معراج احمد قادری مصباحی کی اہم کاوش ''مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم'' ہے۔ اس کا تعلق فقہ اسلامی کے اہم باب ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' سے ہے جو علما کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔ چنانچہ صحابیٔ رسول حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: **من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان** '' تم میں سے جو کوئی خلاف شرع کوئی کام دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور حصہ ہے'' اھ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، ج ا ص ۵۱ مجلس البرکات)

فقہ حنفی کی اہم کتاب فتاویٰ عالم گیری میں ہے کہ بُرے کام سے روک دینا اُمرا وحکام کی ذمہ داری ہے اور زبان سے منع کرنا علما وفقہا کا کام ہے اور صرف دل سے بُرا جاننا عوام الناس کا منصب ہے'' اھ (فتاویٰ عالم گیری)

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زندگی اس حدیث

پاک کی عملی تفسیر تھی وہ بلا خوف لومۃ لائم کسی بھی منکر پر فوراً نکیر فرما دیتے۔ تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ادوار میں بھی اس کے بے شمار نمونے ملتے ہیں۔

امام ابوزکریا محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے:

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا باب زمانۂ دراز سے اکثر لوگوں نے ضائع کر دیا ہے اور اب تو اس کے چند نشانات ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اور جب شر زیادہ ہو جاتا ہے تو نیک و بد سب پر عذاب اتر پڑتا ہے اور جب لوگ ظالم کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔ لہٰذا حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والے نافرمانی سے بچیں کہ کہیں وہ کسی آزمائش یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں'' اھ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۱ مجلس برکات)

مروجہ تعزیہ داری نہ صرف ایک حکم شرعی بلکہ بہت سے احکامِ شرع کی خلاف ورزی ہے۔ ساتھ ہی اس میں فسادِ اعتقاد بھی ہے۔ کیوں کہ عوام الناس تعزیہ کے تعلق سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حضرت امام حسن مجتبیٰ و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا روضہ ہے جو ان حضرات کی جلوہ گاہ ہے حالاں کہ ایسا ہرگز نہیں پھر وہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جلوہ گاہ سمجھ کر وہاں فاتحہ پڑھتے، اسے ثواب کا کام سمجھتے اور دوسرے بہت سے امور بھی اسی اعتقاد فاسد کی بنیاد پر انجام دیتے ہیں جو شرعاً بالکل خلاف واقعہ ہے تو ان منکرات سے عوام کو روکنا عوام علمائے کرام، فقہائے عظام کی منصبی ذمہ داری ہے۔ یہی احساس تھا جس نے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے آمادہ کیا اور آپ نے ''رسالہ تعزیہ داری'' لکھ کر عوام و خواص کو تعزیہ داری اور اس سے متعلق دوسرے بدعات و خرافات کی شرعی حیثیت سے آگاہ فرمایا اور بہت حد تک اس فتنے کا سد باب فرمایا۔ اس کے بعد آپ کے اتباع میں بہت سے علمائے کرام بھی اپنے اپنے علاقوں میں تحریری و تقریری طور پر عوام

الناس کو ان بدعات کی حرمت سے آگاہ فرماتے رہے، مفتیان اہل سنت نے اپنے فتاویٰ کے ذریعہ بھی ان بدعات کی روک تھام کی کوشش فرمائی اور الحمدللہ یہ حضرات اپنی مساعی میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے کتنے شہر اور قصبات ہیں جہاں اہل سنت کی عوام نے تعزیہ داری ترک کردی یا برائے نام رہ گئی۔ اِدھر کچھ دنوں سے اس فتنے نے کچھ نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ سر ابھارنا شروع کردیا تھا تو اندیشہ تھا کہ کہیں یہ بدعت پھر عام نہ ہو جائے ایسے موقع پر میرے محب و مخلص جناب مولانا محمد معراج احمد قادری مصباحی صاحب زاد علمہٗ نے بڑی جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قلم اٹھایا، اس بدعت کی خرابیوں سے عوام الناس کو سلیس اردو زبان میں سمجھانے کی کوشش کے ساتھ ہی بہت سے علما و فقہا کے فتاویٰ بھی شامل کتاب کئے۔ پھر اسے چھاپ کر عام سے عام تر کیا جس کا اچھا اور گہرا اثر معاشرے پر پڑا اور جدید طرز پر اٹھنے والے فتنے کی آگ پھر سرد پڑ گئی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ خدائے پاک اس کا نفع عام و تام فرمائے اور اس منکر شرعی کا قلع قمع ہو۔ مولانا موصوف کو مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے تحریری و تقریری زلات سے درگزر فرمائے۔

ہم نے اس کتاب کو متعدد مقامات سے پڑھوا کر سنا۔ مضامین ٹھیک ہیں کہیں کہیں تعبیرات کو چست و درست کرنے کی حاجت ہے ایسا ہو جائے تو بہتر ہوگا اور ان شاء اللہ مولانا کا یہ قلمی سلسلہ جاری رہا تو یہ تعبیری خوبیاں بھی زینتِ کتاب ہوں گی۔ واللہ المؤفق وهو المستعان و علیه التکلان و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین۔

محمد نظام الدین رضوی

خادم دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ مطابق ۵ فروری ۲۰۱۲ء (جمعرات)

تقریظ جلیل

مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالمبین صاحب نعمانی

رکن ''المجمع الاسلامی'' مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہٖ الکریم
وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

ایک مسلمان کی کامیابی اسی میں ہے کہ ایمان وعقیدے میں پختہ ہونے کے بعد فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات پر عامل ہوتے ہوئے حرام وناجائز امور سے اجتناب بھی کرتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ خود قرآن پاک وحدیث رسول اور فقہا کے اقوال کا علم رکھتا ہو یا ان علما واسلاف کے نقش قدم پر چلتا ہو جنہوں نے اپنی حیات کا محور ومرکز شریعت اسلامیہ مطہرہ کو بنا لیا ہے، جو عوامی خرافات اور غلط رسم ورواج کو اپنا شیوہ بنائے گا علمائے دین اور اسلاف کرام سے کنارہ کش رہے گا ضرور گمراہی کے گڈھے میں جا گرے گا پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہوگا۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا (نساء

:۴/۱۱۵) اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلا ہم اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ اھ (کنزالایمان)

آج کل طرح طرح کی بداعتقادیاں جنم لے رہی ہیں اور فروغ پا رہی ہیں کہیں خدا اور رسول کی شان میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں تو کوئی صحابۂ کرام کے اعمال و کردار پر کیچڑ اچھال رہا ہے اور کوئی اہل بیت اطہار کو نشانہ بنا رہا ہے اور کوئی وہ ہے جو اہل سنت و جماعت کے ان معمولات کو شرک و بدعت سے تعبیر کر رہا ہے جو صدیوں سے علما و مشائخ اور صوفیہ و اسلاف کی تائیدات سے گزر کر ہم تک پہنچے ہیں جاہل پیروں، فقیروں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو روزہ و نماز سے اپنے آپ کو آزاد کر چکا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی گمراہی کے ولدل میں پھنسا رہا ہے ظاہر ہے روزہ یا نماز پر عمل نہ کرنا تو محض گناہ تھا لیکن ان کا انکار کرنا یا ان کا وہ معنیٰ بتانا جو عہد رسالت سے لے کر آج تک کے مفہوم و معنیٰ کے خلاف ہو صرف یہی نہیں کہ سراسر گمراہی ہے بلکہ کفر بھی ہے۔ کیونکہ دین کے قطعی ضروری امور میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنا باتفاق ائمہ و علما کفر ہے، جیسے نماز کا یہ معنیٰ بتانا کہ نماز رکوع سجدہ کا نام نہیں نماز تو وہ ہے کہ بندہ ہر وقت نماز میں رہے تو اس فرضی نماز کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ عمل رسول و اصحاب سے اس کا کچھ ثبوت ملتا ہے، تو یہ نماز کا ایک طرح انکار ہی ہے اور اس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں یوں ہی روزے کے بارے میں یہ کہنا کہ ”اللہ نے دیا تو ہم بھوکے کیوں رہیں“ یہ بھی کفر ہے اور اس قسم کے عقیدے والے یقیناً مسلمان نہیں اگرچہ کتنا ہی لمبا بال رکھیں اور کیسا ہی لمبا چوڑا کرتا پہنیں اور اپنے کو اللہ والا کہیں۔ اللہ والا وہی ہے جو اللہ کے مقدس رسول حضور پیغمبر اسلام ﷺ کی راہ پر چلے پھر ان کے آل و اصحاب، کو اپنا مقتدا بنائے اور اس کے بعد ان ائمہ و فقہا کو جنہوں نے اپنی زندگیاں دین

کی راہ پر چلنے چلانے میں گزار دیں اور شریعت مطہرہ ہی کو اپنا مرجع بنایا۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید

کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

جو خلاف پیغمبر اپنا راستہ اپنائے گا وہ ہرگز منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا اور پیغمبر کا راستہ وہی ہے جو صدیوں سے مسلمانوں میں چلا آرہا ہے آج کوئی نیا راستہ نکالے گا تو اس کو قرآن وحدیث اور اقوال فقہا وعلما کی میزان پر تولا جائے گا اگر درست ہوگا تو مانا جائے گا ورنہ رد کردیا جائے گا۔لہٰذا عقائد ہوں یا معمولات ان کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا ضروری ہے۔

زیرنظر کتابچہ مسلمانوں میں پھیلی ہوئی محرم الحرام کی بعض خرافات اور روافض کی بعض بداعتقادیوں کے رد میں لکھا گیا ہے۔لہٰذا ایک سچے مسلمان پر لازم ہے کہ اس میں دیئے ہوئے شرعی احکام پر اعتماد کرے، کہ اسی میں صلاح وفلاح ہے، دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔اس کے خلاف خرافات اور رسوم بد میں پھنس کر وقت، پیسہ دونوں کا نقصان کرنا عقل مندی نہیں۔تعزیے کے نام پر جو خرافات آج کل پائی جاتی ہیں ان کے ناجائز ہونے پر سارے جہان کے علماے کرام کا اتفاق ہے جاہلوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنی من مانی کرتے ہوئے اپنی عاقبت اپنے ہاتھوں خراب کررہے ہیں۔جاہلوں کی چند من گڑھت باتوں کو دلیل بنانا اور علماے کرام کے فتووں کو ٹھکرانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ دین وشریعت کو علما ہی سمجھتے ہیں جو نرے جاہل ہیں ان کو شریعت سے کیا مطلب ہے اور ایک آدھ علم والے بھی اگر بہک کر غلط بات کی تائید کردیں تو ان کی باتوں کو ماننا اور سارے علماے کرام کے اقوال اور فتاویٰ کو نظر انداز کرنا بھی یقیناً گمراہی ہے۔ جس سے بچنا فرض ہے۔حدیث شریف میں ہے۔کہ ”بڑی جماعت کی پیروی

کرو" تو اس سے مراد دین وعلم دین رکھنے والے لوگ ہیں جہلا نہیں ورنہ ایک دن آئے گا کہ روزہ نماز حج زکوٰۃ ہر معاملے میں عوام علما سے بے نیاز اور بے لگام ہو جائیں گے اور جو سمجھ میں آئے گا کریں گے پھر سرے سے فرائض وواجبات یا تو متروک ہو جائیں گے یا پھر غلط طریقے سے ادا ہوں گے اور غلط طریقے سے ادا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہے۔

لہٰذا اس جاہلانہ اور گمراہانہ فکر سے توبہ کر کے علماے دین کی پیروی پر ڈٹ جانا چاہیئے کہ اسی میں بھلائی ہے۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ ہندوستان میں کئی نواب شیعہ گزرے جن کی قوت اور دبدبے سے اور کچھ اہل بیت کی محبت کی وجہ سے کئی مقامات پر تعزیہ کا رواج ہو گیا، پھر ہر دھوم دھڑاکے کے کام میں عوام دلچسپی لیتے ہی ہیں اس میں بھی دلچسپی لی، تعزیہ اور اس کے مراسم کی ادائیگی پر بعض امرا اور حکام کی طرف سے انعام کا لالچ بھی دیا گیا جس کی وجہ سے اس رسم کو اور فروغ ملا یوں ہی بعض خانقاہوں میں جاہل مجاوروں اور گدی نشینوں نے بھی اسی کو بڑھاوا دیا لہٰذا عوامی عمل یا جاہل مجاوروں کے کردار سے استدلال کرنا بھی بڑی جہالت ہے دلیل قرآن وسنت اجماع وقیاس سے لی جاتی ہے نہ جاہلوں کے عمل سے۔

زیر نظر رسالہ "مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم" حضرت مولانا محمد معراج احمد قادری مصباحی بستوی کا مرتب کردہ ہے۔ موصوف نے بڑی محنت کر کے اسے مرتب کیا ہے اور ہر ایک گوشے کو قرآن پاک یا حدیث شریف یا اقوال فقہا وعلما سے مدلل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب کو جزاے خیر دے اور مسلمانوں کو عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہٖ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

محمد عبد المبین نعمانی قادری

المجمع الاسلامی ملت نگر، مبارک پور اعظم گڑھ

۱۲ر صفر المظفر ۱۴۳۰ھ ۸ر فروری ۲۰۰۹ء

تقریظ جمیل

مبلغ رضویت حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب قبلہ قادری

دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی (یوپی)

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

اَمَّا بَعْد!

مسلم معاشرے میں دین کے نام پر جس غلط رسم ورواج نے زیادہ ہنگامہ خیزی کی وہ ماہ محرم الحرام میں ڈھول تاشہ باجا اور تعزیہ داری ہے۔ آج اس طریقۂ نامرضیہ کے بطن سے نامعلوم کتنی بدعات نے جنم لے رکھا۔ جس کے سبب مسلمان بدعقیدگی اور بدعملی دونوں طرح کی گندگی میں ملوث ہوتا جارہا ہے۔

سخت حیرت وتعجب اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ آج بے علم سنیوں کے ساتھ بعض مدعیان علم بھی مروجہ تعزیہ داری اور ڈھول اور تاشے باجے کے جواز پر اوراق سیاہ کررہے ہیں اور اپنے زعم فاسد سے اس کے جواز پر دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ بعض حضرات اس سلسلے میں چند بزرگان دین کے اسمائے گرامی پیش کرکے اپنے موقف کی صحت ثابت کرتے ہیں جب کہ ان کی اس طرح کی باتیں پایۂ ثبوت کو ہرگز نہیں پہونچتی ہیں۔ جو حضرات اس مسئلے میں قرآن وحدیث اور اہل سنت کی معتبر کتب کا مطالعہ کریں گے وہ بلاشبہہ اسی نتیجے پر پہونچیں گے کہ مروجہ تعزیہ داری بے اصل بے بنیاد اور غلط ہے اور حق وہی ہے جو

علماے سنّت نے تحریر فرمایا ہے۔

الحمد للہ! علماے حق نے ہمیشہ بے خوف لومۃ لائم احقاق حق وابطال باطل اور بدعات وخرافات کی بیخ کنی کا اہم فریضہ انجام دیا ہے۔اور اسلام کی صحیح تصویر ملت کے سامنے پیش کی ہے۔چنانچہ آج کے کرب ناک اور روح فرسا حالات میں اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عزیز محترم جناب مولانا محمد معراج احمد قادری مصباحی زادہم اللہ شرفاً وفضلاً نے ماہ محرم الحرام میں ہونے والی غیر اسلامی رسموں کا برملا رد کیا ہے۔اور قوم مسلم کی اس معاملے میں صحیح رہنمائی کر کے مذہبی ذمہ داری نباہی ہے۔

فقیر نے اپنی مصروفیات کے بناء پر رسالے کو بالاستیعاب دیکھنے کے بجاے جستہ جستہ دیکھا۔موصوف نے بڑی سلیقہ مندی اور شائستگی کے ساتھ مسائل کو قرآن وحدیث اور علماے کرام کے مستند اقوال سے مزین کر کے پیش کیا ہے۔

رب قدیر عزیز سعید کی اس خدمت کو شرف قبولیت سے نوازے اور قوم مسلم کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔اور اسی طرح مذہب حق اہل سنت و جماعت کی نشر واشاعت کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین۔

محمد اختر حسین قادری خلیل آبادی

خادم دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی (یوپی)

۳ر محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

۹۲/۸۶ء

کچھ صاحب کتاب کے بارے میں

از: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا الحاج غلام جیلانی قادری مصباحی صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ دار العلوم رضویہ لطیفیہ مصباح العلوم کھرپوڑی وخطیب وامام گلزار مسجد
منگل بازار، جالنہ، مہاراشٹر

اس وسیع کائنات میں انسانی قافلے مسافروں کی طرح اترتے ہیں فضل وکمال کے نہ جانے کتنے آفتاب اس خاک سے نمودار ہوئے اور ذرے ذرے کو رشکِ مہتاب بناڈالا، کچھ تخریبیں کرتے ہیں .... کچھ تعمیریں کرتے ہیں .... کچھ انسانیت کے دامن پر بدنما داغ بن جاتے ہیں .... کچھ انسانیت کی پیشانی کا دلکش جھومر بن جاتے ہیں .... خود بھی چمکتے ہیں اور دوسروں کو بھی چمکاتے ہیں۔ رب کائنات نے مخلوقات میں انسان کو ''لقد کرمنا بنـــی آدم'' کے تاج سے سرفراز فرمایا۔ کسی کو شہنشاہیت کا تاج بخشا تو کسی کو گداگری دی۔ کسی کو دولت وثروت سے نوازا ہے تو کسی کو صبر وتحمل کے زیور سے سنوارا ہے، کسی کو دنیا کی بے انتہا دولت دی ہے تو کسی کو اپنی معرفت کا جلوہ عطا کیا ہے۔ اور کسی کو علم وعمل کی قوتوں سے مالا مال فرما کر اپنی خوشنودی کا بیش بہا تحفہ عطا کیا ہے۔ محسن انسانیت محمد عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عالم گیر پیغام اور جامع ومکمل ضابطۂ حیات دے کر عالم انسانیت کی رہنمائی کے لیے مبعوث

فرمایا۔ان کے مقدس اور بے مثال مشن کو جاری رکھنے کے لیے مشیت ایزدی سے علمائے کرام کا نورانی قافلہ ظہور میں آیا۔جس نے وراثت انبیا کا تاج زرنگار پہن کر اس آفاقی پیغام کی نشرواشاعت کا اہتمام کیا۔اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔انہیں وارثین انبیا کی جماعت میں ہمارے ممدوح اور نوجوان عالم دین فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد معراج احمد قادری مصباحی زیدت مکارمھم العالیہ بھی ہیں۔جن کا مختصر تعارفی خاکہ کچھ اس طرح ہے۔

ولادت:

مفتی صاحب کی ولادت شمالی ہند کے مشہور و معروف ضلع ''بستی'' کے ایک دیہات ''حسن گڑھ'' کے اندر ۷/جنوری ۱۹۸۵ء بروز جمعرات ہوئی۔

اسم: والد ماجد نے خاندان کے بڑے بزرگوں کی رائے پر آپ کا نام ''محمد معراج احمد قادری'' رکھا۔

خاندان:

مفتی صاحب کا خاندان علم و عمل ،دین و شریعت اور سنیت خاص کر مسلک اعلیٰ حضرت کا سختی سے پابند رہا ہے۔خاندان کے تقریباً افراد صوم وصلوٰۃ ودیگر امور شرعیہ کے پابند رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کا خاندان پورے علاقے کے اندر شرافت ،دیانت ،خود داری ،پاکبازی، مہمان نوازی اور علم دوستی میں شہرت یافتہ رہا ہے۔

والد ماجد:

عالی جناب صدر علی صاحب لطیفی مرحوم انتہائی نیک سیرت پابندِ شرع وصلوٰۃ تھے اور خاص کر اہل اللہ اور علما سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔

تربیت:

مفتی صاحب نہایت ذہین ہیں اور قوت حافظہ بھی غضب کا ملا ہے۔جو

شاید والدین کریمین کی دعاے سحر گاہی کی برکتوں کا ثمرہ ہے، آپ کی تعلیم و تربیت اور زیور علم سے آراستہ کرنے میں والدہ محترمہ نے بڑی جاں فشانی سے کام لیا ہے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم کے لیے والد محترم نے گاؤں ہی کے ''مدرسہ اھل سنت ھدایت العلوم'' میں داخلہ کرایا، اس کے بعد جامعہ غوثیہ اترولہ، پھر دار العلوم سرکار آسی سعد اللہ نگر میں تعلیم حاصل کی..... جب کہ عالمیت کی تکمیل ''دار العلوم علیمیہ جمدا شاھی'' سے ہوئی اور فضیلت از ہر ہند'' الجامعۃ الاشرفیہ عربک یونیورسٹی مبارک پور'' میں ہوئی۔ دستار فضیلت کے بعد امنگ جاگا، ذوق وشوق نے مزید حصول علم کی طرف ابھارا تو افتا کی تعلیم وتربیت کے لیے''مرکز تربیت افتا'' اوجھا گنج ضلع بستی میں داخلہ لیا اور سراج الفقہا، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی برکاتی دام ظلہ العالی اور عمدۃ المدرسین نائب فقیہ ملت حضرت مفتی ابرار احمد صاحب قبلہ امجدی، برکاتی دامت برکاتھم القدسیہ کے زیر نگرانی محبوب نظر بن کر خصوصی اور اضافی توجہ کے ساتھ مکمل فرمائی۔ مفتی صاحب پوری توجہ ،انہماک اور دل جمعی سے حصول علم میں مصروف رہے شروع سے ہی محنتی، خوش ذوق، تقویٰ شعار، عبادت گزار واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے وقت کو ہمیشہ کام میں لگاتے ہیں۔ طالب علمی کے آزاد زمانے میں بھی لفاظیوں سے نہ صرف گریز کرتے تھے بلکہ سخت ناراض بھی ہوتے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی طالب علم اپنے زمانہ طالب علمی میں ہی اساتذہ کا اعتماد حاصل کر لیتا ہو مگر مفتی صاحب ذہین، طباع اور محنت کش طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ نیک خو، پاکیزہ سیرت کے مالک بھی ہیں۔ اس لیے دور طالب علمی ہی میں آپ کے اساتذہ نے آپ کو

اپنا محبوب نظر بنالیا تھا۔

بالخصوص محققِ مسائل جدیدہ جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی اور موجودہ صدر المدرسین حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی مدظلہ العالی اور نائب فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی ابرار احمد صاحب امجدی، برکاتی کے دلوں میں آپ کی خاص چاہت ہے یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب بھی اپنے تمام اساتذۂ کرام کے ساتھ بڑی عقیدت، نیاز مندی اور احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں اور خود کہتے ہیں مجھ پر اپنے پیر و مرشد کی نگاہ رحمت کے ساتھ ساتھ مشفق اساتذہ کی توجہ خاص اور محبتوں کی برکتوں کا فیضان ہے کہ میں دین وسنیت کے لئے کچھ تو لکھ پا رہا ہوں۔

شرف بیعت:

مفتی صاحب نے علمی تشنگی کے ساتھ ساتھ روحانی تشنگی کو محسوس کیا چنانچہ اس پیاس کو بجھانے کے لئے جانشین مفتی اعظم ہند رہبر شریعت پیر طریقت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا صاحب قبلہ ازہری مدظلہ العالی کے دستِ حق پرست پر سلسلۂ عالیہ، قادریہ، رضویہ سے منسلک ہوئے اور آج بھی اپنے پیر و مرشد سے جنون کی حد تک عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور پیر و مرشد کا نام نامی سننے سنانے کے بعد یک لخت جذباتی ہو جاتے ہیں جسے سمجھ میں آتا ہے کہ مفتی صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے عقیدت سچی اور محبت حقیقی ہے۔

اجازت وخلافت:

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ الحاج صوفی عبداللطیف نوری خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی جانب سے مفتی صاحب کو اجازت وخلافت حاصل ہے۔

اخلاق وکردار:

مفتی صاحب انتہائی سادہ نیک باوضع اور باخلاق شخصیت کے مالک ہیں لباس بہت سادہ پہنتے ہیں مگر علم وعمل لیاقت، صلاحیت تقویٰ وطہارت اور صالح افکار ونظریات کا جمال اسے بہت خوبصورت بنادیتا ہے آپ کی ذات میں ظاہر وباطن کی ہم آہنگی لفظ ومعنی کی ہم رنگی صورت وسیرت کی یکسانیت کامل طور پر پائی جاتی ہے۔

دیانت، تقویٰ، اصابت رائے، استقلال عمل، بیکراں خلوص بے پایاں سادگی بے لوث خدمت بے پناہ بردباری بے انتہا خوش مزاجی جیسے اوصاف سے ان کی زندگی عبارت ہے۔

ذاتی دلچسپی:

مفتی صاحب کو درس وتدریس تصنیف وتالیف فتویٰ نویسی تبلیغ وارشاد کے کاموں میں بڑی دلچسپی ہے اور ساتھ ہی ذوقِ مطالعہ بھی آپ کا محبوب مشغلہ ہے اس کے علاوہ اپنی تحریر وتقریر میں اصلاح اعمال کے ساتھ ساتھ رد وہابیہ یعنی وہابیت وبدعقیدگی کی چیرہ دستیوں اور بداعتقاد علما کی فتنہ پردازیوں سے عوام کو متنبہ کرنے کے لئے احقاق حق وابطال باطل کو اپنا موضوع بناتے ہیں۔

فرائض وواجبات کے ساتھ بڑی حد تک سنن ومستحبات عمل کرنا آپ کا پسندیدہ معمول ہے نہایت پابندی کے ساتھ فرائض پنج گانہ کی ادائیگی فرماتے ہیں فی الوقت شہر کی ایک مسجد ''کنز الایمان'' کے اندر امامت وخطابت کے عہدے پر فائز ہیں جہاں پابندی کے ساتھ خلوص وللّٰہیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں

قلمی خدمات:

مفتی صاحب کی دینی وملی خدمات صرف درس وتدریس اور ارشاد وتبلیغ ہی تک محصور نہیں بلکہ ان سب کے ساتھ ساتھ آپ نے قلمی پیش رفت بھی فرمائی سرعت

تحریر وفور علم تیزی فکر، ذہنی جلا، ذکاوت، قوت اخذ، وسعتِ مطالعہ، اور علمی استحضار یعنی تصنیف وتالیف کے سارے سامان ان کے پاس موجود ہیں یہی وجہ ہے ایک قلیل مدت کے اندر کئی کتابیں جرائد، لیٹریچر اور کئی علمی معلوماتی مقالے آپ نے تحریر فرمائے ہیں جن میں سے چند مطبوعہ اور کئی غیر مطبوعہ۔

مطبوعہ رسائل درج ذیل ہیں۔

(۱) مروجّہ تعزیہ داری کا شرعی حکم۔

(۲) اذان کے فضائل ومسائل۔

(۳) اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم۔

(۴) اقامت کے وقت کھڑے رہنے کا شرعی حکم۔

غیر مطبوعہ رسائل درج ذیل ہیں

(۱) فتاویٰ سنی حنفی قادری دار الافتا جالنہ مہاراشٹر۔

(۲) مروجہ فاتحہ کا شرعی حکم۔

(۳) نماز میں تصور رسول ﷺ۔

(۴) بیعت وارشاد المعروف بہ پیری مریدی۔

(۵) مسواک کی فضیلت واہمیت، احادیث کی روشنی میں۔

تدریس:

طالبان علوم نبویہ کی تدریس آپ کے نزدیک محض ایک معمول نہیں بلکہ عبادت ہے چنانچہ فراغت کے بعد فوراً

(۱) دار العلوم اہل سنت حشمت العلوم گاۓ ڈیہ ضلع بلرامپور پھر

(۲) دار العلوم اہل سنت گلشن طیبہ مقام بڈھوا ضلع بلرام پور پھر

(۳) دارالعلوم اہل سنت رضائے مصطفےٰ جیسلمیر راجستھان پھر
(۴) دارالعلوم اہل سنت سبحانیہ مفتاح العلوم محمد پور ضلع گونڈہ پھر
(۵) دارالعلوم اہل سنت اعجاز مصطفیٰ قدم رسول شریف قصبہ خاص گوراچوکی ضلع گونڈہ یوپی، میں اپنی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

اور ۲۰۱۱ء سے لے کر اب تک رضا اکیڈمی شاخ جالنہ ٹرسٹ درگاہ حضرت سید احمد شیر سوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدیم جالنہ کے زیر انصرام جاری ''سنی حنفی قادری دارالافتا'' کے لئے بحیثیت مفتی میری ایما و ٹرسٹیان کی خواہشوں کا احترام کرتے ہوئے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور ساتھ ہی ٹرسٹ ہٰذا کے زیر اہتمام جاری دارالعلوم گلشن قادری انوار رضا کے صدر المدرسین کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض بخوبی نبھا رہے ہیں۔

سچی بات:

اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر مذہب ہے وہ ایک طرف انفرادی زندگی کی تعمیر کا طالب ہے تو دوسری طرف اجتماعی زندگی کی صلاح وفلاح کا بھی داعی ہے۔

آج ہمارا معاشرہ سینکڑوں بُرائیوں میں مبتلا ہے نہ فرد اپنی معاشرتی، اخلاقی، اور دینی ذمے داریوں کو محسوس کر رہا ہے اور نہ ہی ملّی سطح پر ہماری کار گزاریوں کی رپورٹ اطمینان بخش ہے۔

صحیح یہ ہے کہ ہم جس طرح خود اپنی صلاح وفلاح اور تعمیر وترقی کے خواہاں ہیں اسی طرح معاشرتی صلاح وفلاح اور تعمیری وترقی بھی ہم میں سے ہر فرد کی ذمّے داری ہے۔ مروجہ تعزیہ داری کے اندر غلط نازیبا ناجائز وحرام رسم ورواج کی سہولیت ماہ محرم الحرام، یوم شہادت اور صاحب جام نوش شہادت کی اصل روح اور برکتوں کو یکسر خارج کرتا ہوا نظر آرہا ہے جس کے لئے اجتماعی

بیداری کی ضرورت ہے کیا اس سچائی سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے اور ہر فرد اپنی ذمے داریوں کو محسوس کرتے ہوئے برائیوں سے اجتناب کرے اور بھلائیوں کو اختیار کرے تو معاشرہ خود بخود صلاح وفلاح کا گہوارہ اور امن وشانتی کا گلشن بن جائے گا اور پھر ہر طرف صداقت شعاری، حق گوئی، صالح فکری، خوش عملی اور عدل پروری کا موسم بہاراں چھا جائے گا۔

عہد رسالت کا مدنی معاشرہ تاریخ اسلام میں اس کی ایک عملی اور زندہ جاوید مثال ہے زیر نظر کتاب: مروجہ تعزیہ داری کا شرعی حکم'' بھی انہیں مقاصد کی بازیابی کی طرف ایک پیش رفت ہے یقیناً یہ رسالہ عوام واہل علم سب کے لئے کار آمد ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ کثیر تعداد اور مختلف زبانوں میں چھپوا کر اسے شائع کیا جائے تا کہ عوام الناس کی اصلاح ہو اور سلیم الطبع لوگوں کے لئے ہدایت ورہنمائی کا کام کرے۔

دعا ہے مولیٰ تعالیٰ مؤلف موصوف کے علم وعمل وعمر میں برکتیں عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ۔

غلام جیلانی قادری مصباحی

۲۴ ذی القعدہ ۱۴۳۵ھ.....۲۰ ستمبر ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اَمَّا بَعْد!

یہ زمانہ بڑا پرفتن زمانہ ہے ہر طرف برائیوں اور بدعتوں کی گرم بازاری ہے۔ جو قریب قیامت کا پتہ دے رہی ہے۔

چونکہ شیطان نے جنت سے نکالے جاتے وقت یہ دعویٰ کیا تھا ''لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ '' (پ:۸ سورہ اعراف ع:۹) یعنی میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا (کنزالایمان)۔

یہی وجہ ہے کی شیطان مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنی تمام کوششوں کو آزماتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ وہ مسلمان کو دھوکے دینے کے لئے گناہوں کو نیکیوں کی صورت میں پیش کرتا ہے اور آدمی کو جب اس کی عادت ہو جاتی ہے تو اس کا چھوڑنا اس پر طبعاً گراں گزرتا ہے۔ دیکھئے جب بچہ پیدا ہونے کے بعد دودھ پینے کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر وہ دودھ کتنی مشقتوں کے بعد چھوڑتا ہے اور جب اپنے گھر اور محلے والوں سے مانوس ہو جاتا ہے تو وہاں سے الگ ہونا اس کو کس قدر بھاری پڑتا ہے۔ اسی طرح اسے جن کاموں کی عادت پڑ جاتی ہے تو ان کا چھوڑنا اس کے لئے بڑا مشکل ہوتا ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے اور کوئی ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ اگر برائی کی عادت پڑ جائے گی تو آدمی انہیں کر ڈالنے کے ہزاروں حیلے اور بہانے تراشے گا اور ان برائیوں سے بچنا اس کے لئے مشکل ہوگا۔ اسی طرح نیکیوں کی عادت پڑ جانے پر آدمی ان سے کنارہ کشی نہیں کر پائے گا۔

اور جب کسی چیز کی عادت آدمی کو اس کی مضرت سے اندھا کر دے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کے جائز و نا جائز، حرام و حلال قرار دینے میں اپنی طبیعت کو معیار نہ بنائے بلکہ اسے شریعت مطہرہ کی کسوٹی پر رکھے۔ اگر صحیح اتر جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دے۔ یہی قرین قیاس بات ہے اور اسی میں اس کی ہدایت و نجات ہے۔

عشرۂ محرم میں کیا کرنا چاہیے؟

ماہ محرم الحرام شریف میں بہت سے مسلمانوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں کچھ ایسے ناجائز کاموں کی عادت بنالی ہے شرعاً جن کی اجازت نہیں دی جا سکتی عموماً دلوں پر خوش نما بدعتوں کی محبت کا غلبہ ہونے کے سبب حالات اگرچہ مایوس کن ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ابھی بہت سے ایسے دین کا درد رکھنے والے موجود ہیں جو اپنے جذبات میں نہ آ کر ٹھنڈے دل سے غور و فکر کرتے ہیں۔

اور جو شریعت میں ناجائز بتایا گیا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں لوگ اس مقدس عشرہ میں بے شمار خرافات اور بدعات کرتے ہیں۔ جن کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اس مقدس عشرہ کو پا کر ہم مسلمانوں کو اپنے نامۂ اعمال میں نیکیاں اکٹھا کر لینا چاہیے۔ صدقات و خیرات کرنا چاہیے روزہ رکھنا چاہیے کہ اس روزے سے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اور ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر روزہ وغیرہ تمام صدقات و خیرات کا ثواب حضرت امام عالی مقام و دیگر شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نذر کر دیں، گرمیوں میں شربت اور جاڑوں میں چائے پلانا چاہیے، کھچڑا، فرنی، وغیرہ جو کچھ ہو سکے پکا کر برادری میں تقسیم کرنا چاہیے غریبوں، فقیروں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھلانا

چاہئے کہ اچھی نیت سے یہ سب ثواب کے کام ہیں یہی تعلیم ہمارے علمائے اہل سنت بالخصوص مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ نے دی ہے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''مسلمانوں کو ان ایام میں صدقات وخیرات مبرات وحسنات کی کثرت چاہئے خصوصاً روزے خصوصاً روز عاشورا کا کہ سال بھر کے روزوں کا ثواب اور ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی معافی ہے اور بہتر یہ ہے کہ نویں دسویں دونوں کا روزہ رکھیں ۔حضرت شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا ودیگر شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام پاک پر جس قدر ہو سکے تصدق وایصال ثواب کریں بلکہ ان روزوں وغیرہ تمام حسنات کا ثواب اسی جناب گردوں قباب (امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی نذر کریں ۔گرمیوں میں ان کے نام پر شربت پلائیں جاڑے میں چائے پلائیں اور نیک نیت پاک مال سے شربت چائے کھانے کو جتنا چاہیں لذیذ وبیش قیمت کریں سب خیر ہے، کھچڑا، پلاؤ، فرنی، جو چاہیں اور بے وقت میسر ہو برادری میں بانٹیں محتاجوں کو کھلائیں اپنے گھر والوں کو کھلائیں نیک نیت سے سب ثواب ہے روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا بھی خیر ہے مگر پھینکنا منع ہے اور ان کا پاؤں کے نیچے آنا یا ناپاک جگہ گرنا سخت شدید مواخذہ کا موجب ہے تو روٹی کی بے حرمتی جس کی تعظیم کا حدیث میں حکم فرمایا۔دوسرے نیاز کی چیز کی بے توقیری، نیاز کی چیز معظم ہوتی ہے پانی بھر بھر کر مسلمانوں کو پلائیں وضو کروائیں تو ضرور اچھا کام اور باعث اجر ہے اور اس کا ثواب بھی نذر شہدائے کرام ہو سکتا ہے۔اور پیک بننا زری نقالی، اور بے ہودہ وبے معنیٰ ہے اور گھنٹے لٹکانا، حدیث میں منع فرمایا، یوں ہی فقیر بن کر بلا ضرورت ومجبوری بھیک مانگنا حرام اور وہ منت مانی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل وممنوع ہے۔

ہاں سیدنا حضور امام عالی مقام علیٰ جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنی حاجت میں استمداد واستعانت وطلب دعا وشفاعت جائز ومحبوب ،دھنیا

بنانے کھانے، ہنڈوں میں رکھ کر بچوں کو بھیجنے میں فی نفسہ کچھ حرج نہ تھا مگر وہ نیت جس کی بنا پر یہ کیا جاتا ہے شرعاً ناجائز ہے۔اس کی اصل یوں ہے کہ پان کھانے کے عادی ہیں محرم کے عشرہ میں سوگ کے خیال سے پان چھوڑ دیتے ہیں اس کی جگہ پر دھنیا ایجاد ہوا ہے۔شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم دیا ہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت ہے باقی حرام ہے اور ہر سال سوگ کی تجدید تو کسی کے لئے اصلا حلال نہیں۔پھر حقیقت دیکھئے تو دعوائے غم بھی جھوٹا۔غم میں آدمی سے پان نہ کھایا جائے تو دھنیے کے یہ تکلفات کہ وقت میں اس سے سو جگہ زائد اور خرچ بھی زیادہ اور لذت بھی افزوں یہ ضرور ہو سکیں گے۔یوں ہی عشرہ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں سوگ میں اصل سیاہ لباس ہے وہ تو رافضیوں نے لیا اور انہیں زیبا بھی تھا کہ ایک تو ان کے دلوں کی بھی یہی رنگت ہے دوسرے یہ کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: الشیعة نساء هذه الامة "شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں، سوگ و ماتم عورتوں کو ہی خوب آتے ہیں۔

مسلمان کو چاہئے عشرۂ مبارک میں تین رنگوں سے بچے سیاہ، سبزہ، سرخ سیاہ، سبز کی وجہیں تو معلوم ہو گئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں غرض جس پر ان میں کوئی رنگ صادق آئے اگر سوگ یا خوشی کی نیت سے پہنے جب تو خود ہی حرام ہے ورنہ ان کی مشابہت سے بچنا بہتر ہے یوں ہی مرثیے کہ رائج ہیں سب حرام و ناجائز ہیں اور ماتم کرنا، چھاتی پیٹنا بھی حرام ہے، حسن حُسن بتشدید کہنا تو جہالت ہی تھا مگر ماتم سخت منع ہے۔یوں ہی علم تعزیے تخت جریدے، باجے کھیل تماشے سب بیہودہ و بدعت و ممنوع ہیں۔یوں ہی تعزیہ کا چڑھاوا امام باڑے کا مکان اس کی نوبت، روشنی، آرائش سب بشرح صدر ہیں۔غم والم کا نام اور لہو ولعب کی یہ دھوم دھام اور اس پر امید خوشنودی حضرت امام اور اس الٹی مت کا کیا ٹھکانہ کہ یا تو تعزیہ کی وہ تعظیم کہ گویا معاذ اللہ بعینہ یہی نعش

مبارک حضور پرنور امام عالی مقام ہے بلکہ اس سے بھی زائد یہاں تک کہ اسے سجدہ کرنے سے بھی باک نہیں اور کہاں یہ حرکت کہ کہار بیلدار وغیرہم کفار اسے اٹھائے پھریں اور اس پر پڑھا یہ جائے کہ ''اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا ''استغفر اللہ پھر گلی کوچوں میں گشت پھر توڑ تاڑ کر دبا دینا کتنی شتر گربگی ہے پھر مصنوعی کربلا میں جسے حقیقی کے مثل ٹھہراتے ہیں کوئی دقیقہ لغویات و ممنوعات کا اٹھا نہیں رکھتے۔ رنڈیوں کے جھولے تک ہوتے ہیں بلکہ تختوں پر ایک ایک رنڈی جلوہ گر ہوتی ہے کہاں امام عالی مقام کی طرف نسبت اور کہاں یہ سخت، شنیع حرکت، کاش اللہ عزوجل ہمارے بھائیوں کو سمجھ دیتا کہ ہزاروں روپے جو یوں نیکی برباد گناہ لازم میں تباہ کرتے ہیں انہیں حضرات شہیدان پاک کے نام پر تصدق کرتے مساکین کو دیتے جاڑے میں ان کے لحاف۔ رضائی گرم کپڑے بناتے وغیرہ وغیرہ افعال حسنہ تو کہنا بہتر ہوتا اللہ ہدایت دے آمین۔ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج ۹، نصف آخر ص: ۳۶، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

مسلمانوں کو اس مبارک عشرہ میں مذکورہ امور انجام دینا چاہیے جس سے اللہ و رسول راضی ہوں لیکن آج ان نیک کاموں کو چھوڑ کر میرے دینی واسلامی بھائی قسم قسم کے لہو ولعب اور خرافات میں پھنس گئے ہیں اور محبت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر جو چاہتے ہیں کر ڈالتے ہیں۔ انہیں خرافات میں سے ایک عشرہ محرم الحرام میں تعزیہ کا بنانا اور اس کی زیارت و تعظیم کرنا بھی ہے۔ اولاً تعزیہ کی اصل شریعت طاہرہ میں ملتی نہیں کہ اس کام کو کرنا جائز یا واجب ہو۔ بلکہ امیر تیمور لنگ بادشاہ نے محبت حسین میں آکر کے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضے کا صحیح نقشہ بنوایا اور اس کی تعظیم کی جبھی سے یہ رواج ہوا۔

☆☆☆

تعزیہ کب سے ایجاد ہوا اور اس کا موجد کون ہے؟

تعزیہ کے ایجاد کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ سلطان تیمور لنگ کو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پاک سے بڑی محبت تھی اس نظر شوق ومحبت میں وہ ہر سال محرم شریف کے مہینے میں کربلائے معلیٰ جاتا اور حاضری وزیارت کا شرف حاصل کرتا۔ ظاہری بات ہے کہ ایک بادشاہ کو دو تین ماہ کا سفر کرنا دشواری سے خالی نہیں تھا اور کافی امور سلطنت موقوف ہو جاتے۔ اس کے وزیروں نے کہا حضور! کیوں نہ آپ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کا نقشہ بنالیں اور اسی کی زیارت فرمائیں اس طرح سفر کی صعوبتوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور امورِ سلطنت میں خلل بھی واقع نہیں ہوگا۔ اس لئے اس بادشاہ نے روضۂ امام کا صحیح نقشہ بنوایا اور ہر سال محرم شریف میں اس کی زیارت سے بہرہ ور ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ کی درج ذیل عبارت سے یہی مستفاد ہوتا ہے: ''فتاویٰ رضویہ میں ہے'' سلطان تیمور از انجا کہ ہر سال حاضری روضۂ مقدسہ حضور سید الشہد اشہزادۂ گلگوں قبا علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والثنا کو مخل امر سلطنت دیکھا بنظر شوق وتبرک تمثال روضۂ مبارک بنوائی'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص ۶۳، نصف اول، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

اس کے علاوہ دو روایتیں اور ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تعزیہ کا موجد امیر تیمور لنگ ہی ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں ہے:

(۱) جب تیمور لنگ گورگان اہل کوفہ کو قتل کرنے کے بعد کربلائے معلیٰ گیا وہاں سے کچھ تبرکات ایک پالکی میں رکھ کر نہایت ادب کے ساتھ واپس لایا جب سے لوگ اس طرح پر تعزیہ بنانے اور اسے اٹھانے لگے۔

(۲) تیمور لنگ صاحب قران حضرت سید الشہدا کا بڑا معتقد تھا جب

بایزید قیصر روم کو گرفتار کر چکا تو متبرک اور مقدس مقامات متعلقہ سلطنت روم جب اس کے کے قبضہ میں آگئے تو کربلا معلیٰ کی زیارت کو گیا حسب بشارت سید الشہدا کچھ تبرکات مثلاً ملبوس، رومال اسے تبرکاً ملے جنھیں محمل میں رکھ کر فوج کے آگے لے چلا خدا کی شان جس طرف رخ کیا ان تبرکات کی برکت سے وہیں فتح یاب ہوا۔ جب ہندوستان میں آیا تو محمل کی بجائے ہاتھی کی عماری (ہودہ) پر اس ہاتھی کو سب سے آگے رکھنے لگا ایک دفعہ اس کے وزیر نے بھی کسی جنگ کے موقع پر یہی عمل کیا اور فتح یاب ہوا تو اس زمانہ سے رواج ہو گیا۔ چونکہ محرم کے موقع پر اس محمل کے پردے زیارت کے واسطے اٹھا دیتا تھا تو تعزیہ داروں نے وہی ترکیب وترتیب اختیار کر لی۔ تبرکات کے بجائے سبز وسرخ تربتیں اندر رکھنے لگے۔ ہند کے سوا اور ولایت میں یہ دستور نہیں، ،اھ (فرہنگ آصفیہ، ج:۱،ص:۶۱۸)

مذکورہ بالا عبارتوں سے معلوم ہوا کہ تعزیہ کا موجد امیر تیمور لنگ ہے۔ اب کوئی شخص اس کے اس کام کو سند نہ بنائے کہ امیر تیمور لنگ نے کیا تو ہم بھی کریں گے اس لئے کہ وہ بادشاہ ہو یا اور کوئی وجاہت والا۔ اگر اس کی باتیں شریعت کے قوانین وضوابط کے خلاف ہوں گی تو اس پر ہرگز ہرگز عمل نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''تیمور لنگ بادشاہ کی ان باتوں پر جو شریعت کے اصول وقواعد کے مخالف ہوں عمل کرنا جائز نہیں'' اھ (فتاوی فیض الرسول، ج:۲،ص:۶۳۲)

مروجہ تعزیہ داری جائز یا ناجائز؟

مطلق تعزیہ جائز ہے۔ کیونکہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے روضہ شریف کا صحیح نقشہ بنا کر تبرکاً مکان ودوکان میں رکھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے کہ غیر جاندار کے نقشوں کو بطور تبرک مکان میں رکھنا درست ہے۔ شریعت کی جانب سے اس میں ممانعت نہیں۔ لیکن اب اس طرح کا روضہ بنانے میں بھی بدعقیوں سے ایک طرح کی مشابہت ہے جس کی بنیاد پر اب اس وقت اس کی بھی

اجازت نہیں دی جاسکتی۔ جیسا کہ مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الر حمہ فرماتے ہیں۔ ''مگر اب ایسی نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلاے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا: اتقوا مواضع التھم۔ (تہمت کی جگہوں سے بچو) اور وارد ہوا'' ۔من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یقف موقف التھم ''۔ (جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو تہمت کی جگہوں پر کھڑا بھی نہیں چاہئیے) لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہدا کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پر نور کے نقشے لکھے ہیں'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص ۳۶، نصف اوّل)

مذکورہ طور پر اگر کوئی شخص تعزیہ رکھے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اس وقت تعزیہ داری کے نام پر جو خرافات وواہیات کی جاتی ہے مثلاً کسی میں پریاں، کسی میں براق کی تصویر اور اسے کوچہ بکوچہ گشت کرانا، ڈھول تاشے کا بجانا، قسم قسم کے کھیل تماشے کرنا، علَم نکالنا، حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالنا، اپنے اپنے بچوں کو فقیر بنا کر گھر گھر بھیک منگوانا، تعزیہ کو دفن کرنا، اس کو دفن کرنے کے لئے فرضی کربلائیں بنانا، اس کو رکھنے کے لئے امام باڑہ بنانا ،اس کے لئے زبردستی کے چندے کرنا، اظہار غم کرنا، ننگے سر ہونا، روافض کے مرثیے پڑھنا، نوحہ کرنا، تعزیہ کو جھک جھک کر سلام کرنا اسے حاجت روا جاننا، اس سے مرادیں مانگنا، عورتوں مردوں کا اختلاط کے ساتھ اس کی زیارت کو آنا، پھٹے پرانے کپڑے پہننا، ننگے پیر چلنا، روٹیوں کا چھت وغیرہ اونچی جگہ سے اس طرح پھینکنا کہ پیر کے نیچے آئیں اور ان کی بے حرمتی ہو، اس کے سامنے فاتحہ دینا دلوانا وغیرہ وغیرہ خرافات ورسوم بد کی بنیاد پر علماے اہل سنت نے مروجہ تعزیہ داری کی حرمت وعدم جواز کا فتویٰ صادر فرمایا۔ نہ کہ مطلق تعزیہ کو ناجائز وحرام کہا۔ تعزیہ

اگر بنایا جاے اس کو محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے اس کا ادب واحترام کیا جاے جیسا کہ کعبہ شریف اور گنبد خضریٰ وغیرہ کے نقشوں کو ازراہ ادب واحترام ومحبت دیکھا جاتا ہے۔ مگر اس کو نگر نگر، ڈگر ڈگر، گھمانا پھرا سے قبرستان میں لے جا کر اور جوتے چپل سے اچھل اچھل کر اور کونچ کانچ کو چور چور کر کے مٹی پاٹنا یہ کیسی توہین ہے جو دیکھی نہیں جا سکتی ابھی تک اس کو چوم رہے تھے، اس کا ادب کر رہے تھے ،اس میں امام عالی مقام کا جلوہ دیکھ رہے تھے، چند گھنٹے بعد وہ اس قابل ہو گیا کہ پہن کر روندو؟ کیا اسی کا نام محبت ہے؟ اگر محبت اسی کا نام ہے تو یہ جاہلوں کو مبارک ہو یہ تو بالکل کھلی ہوئی یزیدیت ہے۔ جیسے ان ظالموں نے لاشوں کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روندا تھا اور پورے اعضاے مقدسہ کو چکنا چور کر دیا تھا۔ اسی طرح سے یہ جھوٹے نام لیوا محبان حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ آج تعزیے داری اور اس کے ساتھ ہونے والی تمام بدعات وخرافات سب ناجائز وگناہ ہیں۔ جن کا مذہب اسلام سے کوئی واسطہ نہیں اور جو اسلام کی حقانیت کو جانتا ہے اس کی تاریخوں سے آشنا ہے وہ خود کہے گا۔ کہ اسلام جیسا سیدھا اور شرافت وسنجیدگی والا مذہب ان کھیل تماشوں اور ناجائز کاموں اور وہم پرستی کی باتوں کو ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا ہے۔

مروجہ تعزیہ داری کرنے کے لئے قسم قسم کے حیلے اور بہانے

کچھ نااہل، احمق مروجہ تعزیہ داری کرنے کے لئے قسم قسم کے بہانے تلاش کرتے ہیں کہ کسی طرح سے مروجہ تعزیہ داری جائز ہو جاے جب کہ اس قسم کے بہانوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور شریعت اسلامیہ کے سامنے پانی کے بلبلہ کے مترادف ہے۔ اب ہم ان بہانوں کو تحریر کر کے ان کا جواب بھی تحریر کرتے ہیں تا کہ ان بہانوں اور حیلوں کی حقیقت ظاہر ہو جاے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تعزیہ داری اپنے پورے لوازمات یعنی ڈھول تاشا کے ساتھ کرنے میں اسلام کی شو

کت اور شان کا اظہار ہوتا ہے اسی لئے تعزیہ داری کرنا چاہئے۔ تاکہ شوکت اسلام کا اظہار ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مروجہ تعزیہ داری کرنے سے اسلام کی شان وشوکت کا اظہار ہرگز ہرگز نہیں ہوتا ہے بلکہ اسلام کا دامن اور داغدار ہوتا ہے کیونکہ حرام اور ناجائز کام کرنے سے اسلام کی شان نہیں بڑھتی اسلام کی شان نماز، روزہ حج وزکوٰۃ اور دیگر اعمال صالحہ کرنے سے بڑھتی ہے۔ مکمل طور سے اسلام پر عمل کرنے سے بڑھتی ہے۔ مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہے بدعت ہے اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی" اھ (اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند و بیان الشہادہ: ص ۲۲)۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں پہلے سے تعزیہ داری ہوتی چلی آئی ہے۔ اس لئے اگر ہم تعزیہ نہ بنائیں تو ہمارا بیٹا مر جائے گا ہمارا مال نقصان ہو جائے گا یا ہمارے گھر میں کوئی آفت آجائے گی۔ اس سلسلے میں باقاعدہ تعزیہ رکھنے کی منتیں مانتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب شیطانی وسوسے ہیں اور اس طرح کا خیال کرنا سخت جہالت وحماقت ہے۔ شیطان تو چاہتا ہی ہے کہ تم حرام کاریوں میں لگے رہو اس لئے وہ اس طرح وسوسہ دل میں ڈالتا ہے۔ اور وہ کیوں نہ ایسا کرے جب کہ وہ انسانوں کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ قرآن مجید میں ہے، "اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" اھ یعنی شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ "ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہو تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں تو بچہ مر جائے گا بچہ مرنے والا ہو گا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ لیں گی۔ منت ماننا کرو تو نیک کام نماز، روزہ، خیرات، درود شریف،

کلمہ شریف، قرآن مجید پڑھنے، فقیروں کو کھانا دینے کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو اور اپنے یہاں کسی سنی عالم سے پوچھ لو کہ یہ منت ٹھیک ہے یا نہیں وہابی سے نہ پوچھنا کہ وہ گمراہ بے دین ہے وہ صحیح مسئلہ نہ بتائے گا بلکہ اینچ پینچ سے جائز امر کو ناجائز کہہ دے گا۔اھ (بہار شریعت، ج:۲، ح:۹، ص:۳۵)

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تعزیہ داری شعائر اللہ ہے اس لئے اس کو بر قرار رکھا جائے تو حضرات ان لوگوں کا یہ خیال سراسر غلط ہے کہ تعزیہ داری شعائر اللہ ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تعزیہ داری شعائر اللہ ہر گز نہیں ہے کیوں کہ شعائر اللہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ قرب الٰہی حاصل کیا جائے جیسے صفا و مروہ، نماز ودعا اور ذبیحہ وغیرہ، تفسیر جمل میں: ''المراد با لشعائر المواضع اللتی یقام فیھا الدین''۔اھ

اور تفسیر خازن و معالم التنزیل میں آیت کریمہ ''اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہ'' کے تحت ہے: ''کل ماکان معلما لقربان یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ من صلاۃ ودعاء وذبیحۃ فھو شعیرۃ من شعائر اللہ''اھ (ج:۱،ص:۱۷۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان) اور تعزیہ پر یہ تعریف صادق نہیں آتی ہے اس لیے وہ شعائر اللہ میں سے نہیں ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ فیض الرسول ج:۲،ص ۶۴۷ میں بھی ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تعزیہ داری ختم ہوگئی تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا نام مٹ جائے گا۔ ہم تعزیہ داری اسی لئے کرتے ہیں تا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام زندہ رہے۔

تو یہ بھی ان لوگوں کی سخت غلط فہمی ہے کیونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اسم پاک لاکھوں مسجدوں میں ہر جمعہ میں خطیب خطبہ کے اندر لیتا ہے، پیری مریدی کے اکثر وبیشتر سلاسل ان سے ہوکر آقا ﷺ تک پہنچتے ہیں۔ قرآن پاک میں ۲۱/ ویں پارے کے پہلے رکوع میں جو آیت تطہیر ہے اس میں اہل بیت کا ذکر جمیل ہے اور خود نماز جیسی اہم و اعظم عبادت میں آل محمد ﷺ پر درود پڑھا

جاتا ہے ان کے علاوہ بے شمار مقامات پر آپ کا اسم گرامی آتا ہے اور لوگ آپ کے ذکر کی محفلیں منعقد کرتے ہیں آپ کی یاد سے اپنے تاریک دل کو روشن کرتے رہتے ہیں۔

تو جس کا ذکر قرآن کریم میں ہو، نمازی کی نماز میں ہو، خطیب کے خطبہ میں ہو، وعظ کی محفلوں میں ہو اور بے شمار جگہوں پر ہو تو ان کا نام کیسے مٹ سکتا ہے ؟ تعزیہ داری اور اس کے ساتھ خلاف شرع کام ہوتے ہیں ان سے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی روح پاک ہر گز ہر گز خوش نہیں ہے۔ دیکھو سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کس طرح زندہ ہے کیا ان کے نام کا بھی کوئی تعزیہ بنایا جاتا ہے۔ ہاں ان کا ذکر خیر کیا جاتا ہے ان کے نام پر فاتحہ کیا جاتا ہے ان کے تذکرے کی محافل منعقد ہوتی ہیں تو یہی سب امام عالی مقام کے بھی کیا جا سکتا ہے بلکہ کیا ہی جاتا ہے، یہی ان کے نام پاک کے باقی رہنے کے لیے کافی ہے۔

اور میں دریافت کرنا چاہتا ہوں ان لوگوں سے جو کہتے ہیں کہ تعزیہ داری ختم ہو جائے گی تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مٹ جائے گا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے اور بعد میں جو ہزاروں لاکھوں انبیاے کرام اولیاے عظام اور شہداے اسلام ہوئے ہیں ان میں سے کس کس کے نام پر تعزیہ داری یا میلے تماشے ہوئے ؟ کیا ان سب کے نام مٹ گئے ؟ نہیں ہر گز نہیں ان کے نام نہیں مٹے، حق تو یہ ہے کہ تعزیہ داری ختم ہونے سے امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک ختم نہیں ہوگا ہاں یہ ضرور ہے کہ تعزیہ داروں کا نام مٹ جائے گا، ان کا جنازہ نکل جائے گا۔ اور آج کل جو تعزیہ داری ہوتی ہے وہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کے لئے نہیں بلکہ اپنی نام وری اور شہرت کے لئے ہوتی ہے۔ تا کہ میرا نام ہو کہ فلاں صاحب نے پچاس ہزار، ایک لاکھ کا تعزیہ بنوایا اور اس میں لائٹ وغیرہ فٹ کیا۔ مسلمانو! اپنے اور غریب مسلمانوں کی جیب سے جو روپے نکل کر زمین میں دفن ہو جاتے ہیں یہ سراسر اسراف ہے جو کہ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ

لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْن "یعنی کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ (سورہ اعراف، پ:۸، آیت:۳۱)

نیز اسی میں دوسری جگہ ہے "لا تبذر تبذیراً ان المبذرین کانوا اخوان الشیطٰن" یعنی فضول نہ اڑا بے شک اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں (سورہ بنی اسرائیل، پ۱۵، آیت:۲۶۔۲۷)

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تعزیہ داری اگر ناجائز وحرام ہی ہے تو پہلے کے علما نے منع کیوں نہیں کیا اور آج کے نئے نئے عالم، مفتی نیا نیا مسئلہ نکالتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تعزیہ داری بابا آدم کے زمانہ سے کرتے چلے آرہے ہیں اس لئے ہمیشہ کریں گے۔

تو حضرات اس طرح کی باتیں علم وتعلیم سے جہالت اور ناآشنائی کا پتہ دیتی ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک تعزیہ کے اندر خلاف شرع باتیں نہیں تھیں تب تک کسی عالم نے نہیں منع کیا۔ مگر جب آہستہ آہستہ اس کے اندر ناجائز وحرام کام شروع ہوگئے تو ہندوستان میں اپنے وقت کے زبردست عالم دین اور محدث حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے فتویٰ میں اس کا رد فرمایا اور عدم جواز کا حکم دیا۔

انھیں ساری خرافات اور ناجائز وحرام کاموں کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مجدد اعظم دین وملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ "اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ" تصنیف فرمایا۔ ان موقر ہستیوں کے علاوہ اور بہت سے علمائے کرام اور اکابر مفتیان ذوی الاحترام نے اس کا رد فرمایا جسے آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اور اس جملہ سے کہ "آج کے نئے نئے عالم مفتی نیا نیا مسئلہ نکالتے ہیں" علما کی توہین نکلتی ہے اور عالم کی توہین کرنا یا اس کے حق کو ہلکا سمجھنا سخت گناہ اور علامت نفاق ہے۔ تفسیر کبیر میں: "من استخف بالعالم اھلک دینہ" یعنی جس نے عالم دین کو حقیر سمجھا اس نے اپنے دین کو ہلاک کردیا: اھ (تفسیر

کبیر، ج:۱،ص:۳۸۳)۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "لا یستخف بحقھم الا منافق بین النفاق" "یعنی علما کے حق کو ہلکا نہ سمجھے گا مگر کھلا منافق:اھ(فتاویٰ رضویہ، ج:۹ص:۱۴۰، نصف اوّل)

اور یہ کہنا کہ "ہم لوگ بابا آدم کے زمانہ سے کرتے چلے آرہے ہیں اور کریں گے" بہت سخت جملہ ہے۔اور یہ بولی مسلمانوں کی بولی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ کی بولی ہے۔وہ لوگ بھی ایسا ہی کہتے تھے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ(سورہ مائدۃ، آیت:۱۰۴)

یعنی جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں نہ راہ پر ہوں:اھ(کنز الایمان)

پھر "آدم علیہ السلام کے زمانے سے تعزیہ کرتے چلے آئے ہیں۔" کا جملہ صریح جہالت پر بھی مبنی ہے۔کہاں آدم علیہ السلام کا زمانہ کہاں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ۔جہالت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

کیا تعزیہ داری سنی ہونے کی پہچان ہے؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تعزیہ سنی ہونے کی علامت اور پہچان ہے۔جو شخص تعزیہ داری کرے اور میلاد و فاتحہ وغیرہ کرے وہی حقیقت میں سنی ہے۔اور جو تعزیہ داری سے منع کرے اور میلاد و فاتحہ وغیرہ نہ کرے وہ سنی نہیں بلکہ وہابی ہے تو حضرات اس کا جواب یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی تعزیہ داری کو شرک و کفر کہتے ہیں اور تعزیہ دار کو مشرک و کافر اور علمائے اہل سنت تعزیہ داری (جس میں کہ بہت

سے خلافِ شرع اور ناجائز وحرام کام ہوتے ہیں اس کی بنیاد پر ناجائز وحرام کہتے ہیں اور سنّی وہابی کے درمیان صرف میلاد و قیام و فاتحہ وغیرہ کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ بنیادی اور عقیدے کا اختلاف ہے جس کا اعتراف خود دیوبندی جماعت کے نقیبوں کو بھی ہے۔ چنانچہ مولوی منظور نعمانی سنبھلی کی کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ'' کے شروع میں ہے۔ شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ و تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں و برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور بدعت وغیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے یہی دراصل ''دیوبندی اور بریلوی اختلاف ہے''، مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے: اھ (فیصلہ کن مناظرہ، ص:۵ بحوالہ سنّی دیوبندی اختلاف کا منصفانہ جائزہ، ص:۳۰)

اس عبارت کو نقل کرنے بعد شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: ''پھر اصل اختلاف کیا ہے۔ یہ دونوں فریق کو تسلیم ہے کہ وہ تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، فتاویٰ رشیدیہ، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، کی عبارت اور تکذیب باری کا فتویٰ ہے۔ ان میں چار اخیر کے سب سے اہم ہیں۔ ان پر علمائے اہل سنت کے یہ اعتراضات ہیں کہ ان میں ضروریات دین کا انکار اور اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اور شدید توہین ہے: اھ (سنّی دیوبندی اختلاف کا منصفانہ جائزہ، ص: ۳۰، مطبوعہ دائرۃ البرکات، گھوسی ضلع مئو)

اب ان کفری عبارتوں کو ملاحظہ فرمائیں جن کی بنیاد پر سنّی اور دیوبندی کے مابین اختلاف ہے۔

(۱) مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے صرف بعض علم غیب کو ثابت کیا پھر بعض علم غیب کے بارے میں بھی یوں لکھا کہ: ''ایسا علم تو زید و عمر بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے: اھ (حفظ الایمان

ص ۱۵، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند) معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

(۲) مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا: سو عوام کے خیال میں تو رسول ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں: اھ (تحذیر الناس، ص: ۴، مکتبہ تھانوی دیوبند)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خاتم النبین کا یہ مطلب سمجھنا کہ آپ آخری نبی ہیں یہ ناسمجھ اور گنواروں کا خیال ہے پھر اسی کتاب کے ص: ۲۱، پر لکھتا ہے کہ: اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جاے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا: اھ۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضرات! حضور اقدس ﷺ اور تمام صحابۂ کرام بلکہ پوری امت مسلمہ نے ''خاتم النبین'' معنیٰ صرف آخر الانبیا بتایا ہے وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی اگر کوئی شخص کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر احادیث کریمہ اور ارشادات سلف و خلف نص جلی ہیں۔ مزید معلومات کے لئے مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا رسالہ ''مبارکہ جزاءُ اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ'' کا مطالعہ کریں جس میں ۱۳۰/ احادیث اور ۳۰/ ارشادات علما سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ خاتم النبین کے معنیٰ آخری نبی ایسا قطعی، یقینی معلوم ومشہور ہے کہ علما، عوام بھی جانتے ہیں۔ عوام سے اگر پوچھا جاے کہ خاتم النبین کا معنیٰ ومطلب کیا ہے تو وہ بھی بلاتوقف کہہ دیں گے کہ ''آخری نبی'' اسی وجہ سے یہ ضروریات دین سے ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ خاتم النبین بمعنیٰ آخری نبی ہے اس طرح سے کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی ہرگز ہرگز گنجائش نہیں۔ جو

شخص اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص کرے وہ کافر ہے لہٰذا یہ کہنا کہ خاتم النبین بمعنیٰ نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے وہ بھی ایسا کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں یا عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس سے معلوم ہوا کہ قاسم نانوتوی اس گندی اور کفری عبارت کو لکھ کر خود ہی کافر و مرتد ہو گیا۔

(۳) دیوبندی مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنی کتاب "براہین قاطعہ" کے صفحہ:۵۱، پر لکھا کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے:اھ (معاذ اللہ)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص شیطان و ملک الموت کے لئے وسیع علم مانے مومن مسلمان ہے لیکن جو آقائے دو جہاں ﷺ کے علم پاک کو وسیع مانے وہ مشرک ہے:اھ

مذکورہ بالا عقائد کے علاوہ ان کے اور بھی بہت سے گندے عقائد ہیں جن کی بنیاد پر وہ خارج از اسلام ہیں: مثلاً اللہ تعالیٰ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا ہے بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے (ماخوذ از تقویۃ الایمان ص:۲۶)

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص:۱۹)

اپنی اولاد کا نام عبدالنبی، عبدالرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان، ص:۸)

سب انبیا اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص:۲۷)

رسول اللہ کو (غیب کی) کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان، ص:۷۵)

رسول خدا کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔(تقویۃ الایمان،ص:۷۵)

رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے ہیں (ماخوذ از تقویۃ الایمان،ص:۵۲)

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

(تقویۃ الایمان،ص:۵۲)

رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدر جہا بدتر ہے (صراط مستقیم) وغیرہ وغیرہ

حضرات ان ساری گستاخیوں اور کفری عبارتوں کو ملاحظہ فرمانے کے بعد مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہند، سندھ، بنگال، پنجاب، برما، مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، بلوچستان، سرحد، دکن، اور کوکن وغیرہ کے سینکڑوں علمائے کرام ومفتیان عظام نے ان لوگوں کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور علمائے حرمین طیبین نے تو یہاں تک فرمایا: "من شك في كفره وعذابه فقد كفر" یعنی جو ان لوگوں کے کفر یا عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔ تفصیل اور دستخط مع مہر کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کی طرف رجوع کریں۔

میرے سنی بھائیو! مذکورہ بالا عبارتوں میں سنی اور وہابی کا اختلاف ہے نہ کہ تعزیہ داری اور میلا دوفاتحہ دسواں، بیسواں وغیرہ مراسم کو لے کر، ہاں اتنا ہے کہ وہابی تعزیہ داری کو کفر وشرک اور تعزیہ دار کو کافر ومشرک کہتے ہیں اور علمائے اہل سنت کافر ومشرک نہیں کہتے ہیں بلکہ ایسا انسان ناجائز وحرام کام کا مرتکب ہوگا جس کے سبب وہ گنہگار مستحق غضب جبار، گرفتار عذاب نار ہوگا۔ مگر مطلق تعزیہ کو علمائے اہل سنت بھی جائز کہتے ہیں جیسا کہ آپ نے گزشتہ صفحات پر ملاحظہ فرمایا

☆☆☆

آمدم برسر مطلب

آج کی تعزیہ داری نے دین کو واقعۂ کھیل اور تماشا میں تبدیل کر دیا ہے اور جو انسان دین اسلام کو کھیل تماشہ بنائے گا وہ ضرور خسارہ میں رہے گا۔ آیئے قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں کی تعزیہ داری درست ہے یا نہیں؟

مروجہ تعزیہ داری اور قرآن

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا فَالْیَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ: (پ:۸، رکوع:۱۴) یعنی جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا آج انہیں ہم چھوڑ دیں گے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑ رکھا تھا۔ اور جیسا وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے: اھ

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا'' یعنی ان لوگوں سے دور رہو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکا دے دیا ہے: اھ (پ:۷، رکوع:۱۴)

اب علمائے اہل سنت کے فتاویٰ اور اقوال سماعت فرمائیں جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے کہ مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام اور بدعت سیۂ ہے۔

☆☆☆

۸۶/۹۲ء

مروجہ تعزیہ داری کے تعلق سے

علمائے اہل سنت کے فتاویٰ اور اقوال

خاتم الاکابر حضرت سید شاہ **آل رسول** علیہ الرحمۃ والرضوان مارہرہ شریف

سراج السالکین نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ مارہروی اپنی تصنیف لطیف ''سراج العوارف فی الوصایا والمعارف'' (جس کا اردو ترجمہ حضرت امین ملت سید امین میاں دام ظلہٗ نے کیا ہے) میں فرماتے ہیں: ''میرے دادا اور مرشد (سید آل رسول علیہ الرحمہ) ماہ محرم الحرام میں شیعہ فرقوں کی بدعتوں، تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی کے ارتکاب سے منع کرتے تھے''اھ (سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ص ۱۷۷)

سراج السالکین نور العارفین حضرت سید **شاہ ابو الحسین احمد**

نوری میاں علیہ الرحمہ مارہرہ شریف

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں علیہ الرحمہ جن کی ستائش کرتے ہوئے امام اہل سنت علیہ الرحمہ یوں رطب اللسان ہیں:

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے ساتھ ساتھ مصافحہ و معانقہ کیا

اور آغوش رسالت ماٰب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیٹھنے کا شرف بھی حاصل کیا اس کے علاوہ انبیاے کرام میں حضرت سلیمان، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت فرمائی اوران سے اخذ فیض فرمایا۔

صحابۂ کرام میں باب العلم، فاتح خیبر، شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت بھی کیا اور اکتساب فیض بھی۔ اور حضور غوث پاک، حضور خواجہ غریب نواز، حضرت ذوالنون مصری، حضرت خواجہ عثمان ہارونی نیز اپنے اکابر اقطاب مارہرہ مطہرہ از حضرت میر سیدنا عبدالجلیل تا حضور خاتم الاکابر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارتوں سے بہرہ ور ہوے اور خوب خوب فیوض و برکات حاصل کیا۔ تفصیل کے لیے تذکرۂ نوری کا مطالعہ کریں۔

آپ رقم طراز ہیں: "اس رات (شب عاشوراء) کو بدعتوں میں نہیں گزارنا چاہیے کہ تعزیہ بنانے اور دین کے خلاف کام کرکے ثواب کی جگہ عذاب میں گرفتار ہوں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک کو بیزار نہ کریں......ظاہر ہے کہ ایسے خراب کاموں سے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بےزار اور ناراض ہوں گے تو پھر ایسے کاموں سے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے راضی ہوسکتے ہیں؟ ذکر و عبادت کے بجاے تمام رات لہو و لعب کرنے، تاشے باجے بجانے، رونے، چیخنے، سینہ پیٹنے، بال نوچنے، منہ کھسوٹنے، بناوٹی رونا رونے میں گزر جاتی ہے ان سب سے خدا کا عتاب و عذاب، غیظ و غضب نازل ہوگا۔ اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روح پاک کو تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے" اھ

(سراج العوارف فی الوصایا والمعارف ص ۱۷۱)

حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: تعزیہ داری در عشرۂ محرم وساختن ضرائح وصورت وغیرہ درست نیست۔

(فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱،ص:۷۵ بحوالہ خطبات محرم، ص:۴۶۴)

یعنی عشرۂ محرم میں تعزیہ داری اور قبر وصورت وغیرہ بنانا جائز نہیں۔

پھر چند سطر کے بعد مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے مسئلہ اس طرح واضح فرماتے ہیں:

تعزیہ داری کہ ہم چناں مبتدعاں می کنند بدعت است وچنیں ساختن ضرائح وصورت وقبور وعلم وغیرہ ایں ہم بدعت است وظاہر است کہ بدعت سیۂ است۔'' اھ

(فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱،ص:۷۵: بحوالہ: خطبات محرم، ص:۴۶۴)

یعنی تعزیہ داری جیسا کہ اہل بدعت کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی تابوت، قبروں کی صورت اور علم وغیرہ یہ بھی بدعت ہے اور ظاہر ہے کہ بدعت سیۂ ہے۔

نیز اور آگے تحریر فرماتے ہیں:

ایں چوبہا کہ ساختۂ اوست قابل زیارت نیستند بلکہ قابل ازالہ اندچنانچہ در حدیث شریف آمدہ "من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان رواہ مسلم'' اھ

(فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱،ص:۷۶، بحوالہ: خطبات محرم، ص:۴۶۴)

یعنی یہ تعزیہ جو کہ بنایا جاتا ہے زیارت کے قابل نہیں ہے بلکہ اس قابل ہے کہ اسے نیست ونابود کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شرع کوئی بات دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے ختم کرے اور اگر

ہاتھ سے ختم کرنے کی قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع کرنے کی طاقت نہ ہو تو دل سے براجانے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

تعزیہ کے تعلق سے سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں "کہ تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضۂ پرنور حضور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم وجفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی جدہٖ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا سب جائز اور ایسی چیزیں کی معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست ونابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاں ماں الاماں کی صدائیں آئیں۔ اوّل تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی ہر جگہ نئی تراش، نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بہ کوچہ ودشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازی کی شور افگنی کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے ،کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے۔ پھر باقی تماشے باجے، تاشے، مردوں ،عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت

ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا۔ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا۔پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا۔ریا وتفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں، رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے، پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم شہوانی میلوں کی پوری رسوم جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہدائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں۔کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے یہ ہر سال اضاعت مال کا جرم ووبال جداگانہ رہے۔ہاں اگر اہل اسلام صرف جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھا اور اگر نظر شوق ومحبت میں نقل روضۂ انور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بہ غرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ زنی وماتم کنی ودیگر امور شنیعہ وبدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب ایسی نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے۔اور حدیث میں آیا: "اتقوا مواضع التھم" اھ اور وارد ہوا: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فلا يقف مواقف التھم" اھ۔لہٰذا روضۂ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظّمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پرنور کے نقشے لکھے ہیں۔"

اھ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۳۵، نصف اوّل رضا اکیڈمی ممبئی)۔

نیز فتاویٰ رضویہ ج:۹،ص:۴۳، نصف آخر پر ہے: ''علم، تعزیئے، تخت ، مہندی، ان کی منت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے، مجرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیہ دیکھنے کو نکلنا یہ سب باتیں حرام وگناہ وناجائز ومنع ہیں۔'' اھ

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تعزیہ کے متعلق اور دیگر فتاویٰ

مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

''تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا، دیکھنا جائز نہیں، اور تعظیم وعقیدت سخت حرام واشد بدعت'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۱۸۶ ،نصف اول)

اور فرماتے ہیں: تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ بدعات ان کے ساتھ کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں **و فصلت بعضها فی الفتاوىٰ** (فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۱۸۹، نصف اول)

اور فرماتے ہیں: ''علم، تعزیئے، تخت، جریدے، باجے، کھیل تماشے سب بیہودہ وبدعت وممنوع ہیں، یوں ہی تعزیہ، چڑھاوا، امام باڑے کا مکان، اس کی نوبت روشنی، آرائش سب بشرح صدر ہیں غم والم کا نام اور لہو ولعب کی یہ دھوم دھام اور اس پر امید خوشنودی حضرت امام، اور اس الٹی مت کا کیا ٹھکانہ کہ یا تو تعزیہ کی وہ تعظیم کہ گویا معاذ اللہ بعینہ یہی نقش مبارک حضور پر نور امام عالی مقام ہے بلکہ اس سے بھی زائد۔ یہاں تک کہ اسے سجدہ کرنے سے بھی باک نہیں۔ اور کہاں یہ حرکت کہ کہار بیلدار وغیرھم کفار اسے اٹھائے پھریں اور اس پر پڑھا جائے کہ اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا۔ استغفر اللہ۔ پھر گلی کوچوں میں گشت، پھر توڑ تاڑ کر دبا دینا کتنی شتر گربگی ہے۔ پھر مصنوعی کربلا میں جسے حقیقی کے

مثل ٹھہراتے ہیں کوئی دقیقہ لغویات وممنوعات کا اٹھا نہیں رکھتے، رنڈیوں کے جھولے تک ہوتے ہیں بلکہ تختوں پر ایک ایک رنڈی جلوہ گر ہوتی ہے۔ کہاں امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت اور کہاں یہ سخت شنیع حرکت، کاش اللہ عزوجل ہمارے بھائیوں کو سمجھ دیتا کہ ہزاروں روپے جو یوں نیکی برباد گناہ لازم میں تباہ کرتے ہیں انہیں حضرات شہیدانِ پاک کے نام پر تصدق کرتے ، مساکین کو دیتے، جاڑے میں ان کے لحاف، رضائی، گرم کپڑے بناتے وغیرہ وغیرہ افعالِ حسنہ کرتے تو کتنا بہتر ہوتا۔ اللہ ہدایت دے۔ آمین (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۳۷، نصف آخر)

اور: ''علم، تعزیے، مہندی، ان کی منّت، گشت، چڑھاوا، ڈھول، تاشے ، مجرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیہ دیکھنے کو نکلنا، یہ سب باتیں حرام وگناہ وناجائز ومنع ہیں'' اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۴۴، نصف آخر)

نیز فرماتے ہیں: ''علم، تعزیہ، بیرق، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کو حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے اور اسے منّت جاننا اور حماقت، اور نہ کرنے کو باعث نقصان خیال کرنا زنانہ وہم ہے مسلمان کو ایسی حرکات وخیال سے باز آنا چاہیے'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۴۵، نصف آخر)

اور رقم طراز ہیں: ''تعزیہ رائجہ ناجائز وبدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ و معصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت اور جو تعزیہ کو ناجائز کہے اس بنا پر اسے کافر یا مرتد کہنا اشد عظیم گناہ کبیرہ ہے کہنے والے کو تجدید اسلام ونکاح چاہیے۔ یوں ہی اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مردود وباطل ہے'' اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۳، نصف آخر)

بعض جگہوں پر جب علمائے حق اہل سنت وجماعت مروجہ تعزیہ داری کی حرمت، بدعت اور عدم جوازی کا حکم سناتے ہیں تو بہت سارے خدا ناترس

حضرات ایسے حق گو علما کو وہابی، دیوبندی اور کافر و مرتد بلکہ گالی گلوج تک دے ڈالتے ہیں۔ ایسے لوگ مجدد اعظم دین وملت کے اس فتویٰ کو بار بار پڑھیں اور اپنے کردار پر نظر ثانی کریں کہ ہم ان جملوں کی وجہ سے کہاں جا رہے ہیں۔

• نیز رقم طراز ہیں: تعزیہ، مہندی سب بدعت و ناجائز ہے'' اھ
(فتاویٰ رضویہ، ج: ص)

اور فرماتے ہیں: ''تعزیہ داری ناجائز ہے'' اھ
(فتاویٰ رضویہ ج ص

اور فرماتے ہیں: ''تعزیہ بنانا شرک نہیں یہ وہابیہ کا خیال ہے ہاں بدعت وگناہ ہے'' اھ (فتاویٰ رضویہ

اور فرماتے ہیں: ''تعزیہ جس طرح رائج ہے ضرور بدعت شنیعہ ہے۔ جس قدر بات سلطان تیمور نے کی کہ روضۂ مبارک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح نقل تسکین شوق کو رکھی، وہ ایسی تھی جیسے روضۂ منورہ و کعبۂ معظمہ کے نقشے اس وقت تک اس قدر حرج میں نہ تھا اب بوجہ تشبیہ شیعی و شبیہ اس کی بھی اجازت نہیں، یہ جو باجے، تاشے، مرثیے، ماتم، ابرق، پری کی تصویریں، تعزیے سے مرادیں مانگنا، اس کی منتیں ماننا، اسے جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ کرنا وغیرہ وغیرہ بدعات کثیرہ اس میں ہوگئی ہیں اور اب اسی کا نام تعزیہ داری ہے یہ ضرور حرام ہے۔ ....اور ان افعال کے مرتکب سب گنہ گار اور انہیں مدد دینا ناجائز، اور علم، تعزیے تخت میں جو کچھ صرف ہوتا ہے سب اسراف وحرام اور تعزیے کی نیاز لنگر لٹانا، روٹیوں کا زمین پر پھینکنا، پاؤں کے نیچے آنا سب بیہودہ ہیں ہاں نیاز کے طور پر سب بدعات سے بچ کر حضرات شہدائے کرام کی نیاز کریں تو عین برکت وسعادت ہے'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۵۴،۵۵)

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ جس رائج ہے نہ ایک بدعت بلکہ مجمع بدعات ہے نہ وہ روضۂ مبارک کا نقشہ ہے اور ہو تو ماتم اور سینہ کوبی اور

تاشے باجوں کے گشت اور خاک میں دبانا، یہ کیا روضۂ مبارک کی شان ہے؟ اور پریوں اور براق کی تصویریں بھی شاید روضہ مبارک میں ہوں گی؟ امام عالی مقام کی طرف اپنی ہوسات مخترعہ کی نسبت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین ہے۔ کیا توہین امام قابل تعظیم ہے؟ .... اور اس کے منکر کو یزید کہنا رفض پلید ہے............ طریقۂ مذکور ضرور فسق واتباع رفض ہے اور تعزیہ کو جائز سمجھنا فسق عقیدہ مگر انکار ضروریات دین نہیں کہ کافر ہو نہ اس سے حنفیت زائل ہو'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۲۰۸، نصف آخر)

نیز تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ ناجائز ہے'' اھ
(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص ۵۰۵)

اور فرماتے ہیں: ''تعزیہ وغیرہ بدعات ناجائز'' اھ

اور فرماتے ہیں: تخت، الم، تعزیے وغیرہ سب ناجائز ہیں اور ناجائز کام کو بطور تماشہ دیکھنا بھی حرام۔ لان ما حرم فعله حرم التفرج عليه'' اور بچوں کو دکھانے کا بھی گناہ اسی پر ہے۔ کما فی الاشباہ وغیرھا'' اور عورتوں کو ایسے جلسوں میں جانے کی اجازت دینی حرمت کے سوا سخت بے حرمتی اور نہایت بے غیرتی بھی ہے۔ وفی الخلاصۃ والدرر وغیرھما: ''ان أذن كانا عاصين '' اور اس کو ثواب سمجھنا گناہ کے علاوہ فساد عقیدہ بھی ہے'' اھ

اور فرماتے ہیں: '' تعزیہ بنانا شرک نہیں یہ وہابیہ کا خیال ہے ہاں! بدعت و گناہ ہے'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۱۳۸، نصف آخر)

اور فرماتے ہیں: ''تعزیہ ضرور ناجائز و بدعت ہے مگر حاشا کفر نہیں کہ نماز جنازہ ناجائز یا ذبیحہ مردار یا بت پرستوں میں شمار ہو افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۲۵۵، نصف آخر)

نیز فرماتے ہیں: ''مسلمان کے نزدیک بت اور تعزیہ برابر نہیں ہو سکتے، اگرچہ تعزیہ بھی جائز نہیں'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۲۷۲، نصف آخر)

اور تحریر کرتے ہیں: ''تعزیہ اور باجا اور مرثیہ اور مرثیہ کی مجلسیں اور تعزیہ کا چڑھاوا سب ناجائز و بدعت و گناہ ہیں'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۵۰۳)

اور فرماتے ہیں: ''تخت، تعزیہ خود ناجائز ہیں اور اُن میں باجے حرام در حرام'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۱۴۴)

شہزادۂ اعلیٰ حضرت **حضور مفتیٔ اعظم ہند** علیہ الرحمہ

مروجہ تعزیہ داری کے تعلق سے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

''تعزیے داری شرعاً ناجائز ہے۔'' اھ

(فتاویٰ مصطفویہ، ص:۵۳۴، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور صدر الشریعہ علامہ **امجد علی اعظمی** علیہ الرحمہ

مروجہ تعزیہ داری کے عدم جواز کے تعلق سے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''تعزیہ داری بدعت ہے، یوں ہی علم و دلدل و قبر کی صورت بنانا اور اسے گشت کرانا اور نوحہ کرنا اور سینہ کوٹنا یہ سب روافض کا طریقہ ہے۔ ہمارے مذہب کے خلاف ہے'' اھ

(فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۱۸۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی مئو)

نیز ص ۲۰۶ پر تحریر فرماتے ہیں۔ ''تعزیہ داری بدعت سیئہ ہے اور دلدل اور براق کی تصویریں بنانا حرام۔'' اھ

نیز صفحہ ۱۵ ار پر فرماتے ہیں ''تعزیہ داری ناجائز و بدعت ہے اور ایک نہیں بلکہ بدعات کثیرہ پر مشتمل۔'' اھ

یہی مصنف جلیل علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بہار شریعت'' میں

کچھ تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تعزیہ داری کہ واقعات کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں کہیں تخت بنائے جاتے ہیں، کہیں ضریح بنتی ہے اور علم اور شدے نکالے جاتے ہیں۔ ڈھول، تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے۔ آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں، ہار پھول ناریل چڑھائے جاتے ہیں وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے چھتری لگانے کو بہت بُرا جانتے ہیں۔ تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سُرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر اور سُرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں شربت، مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلواتے ہیں یہ تصور کر کے کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں۔ پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے۔ پھر تیجہ، دسواں، چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور مہندی رچائی جائے گی۔ اور اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں کوئی پیک بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اس کے گلے میں جھولی

ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں کوئی سقہ بنایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کر لائے گا کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے گویا یہ حضرت عباس علم دار ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں یہ سب لغو خرافات ہیں ان سے ہرگز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں ۔ یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے احیاے دین وسنت کے لئے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا ہے ۔ بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلے میں براق بنایا جاتا ہے جو عجب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا ۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سواری کے لئے ایک جانور ہوگا ۔ کہیں دلدل بنتا ہے ، کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں ۔ اور بعض جگہ آدمی ریچھ ، بندر ، لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا ۔ افسوس کہ محبت اہل بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بے جا حرکتیں ۔ یہ واقعہ تمہارے لئے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشا بنالیا ۔ اسی سلسلہ میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوبی ہوتی ہے ۔ اتنی زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہو جاتا ہے ۔ سینہ سُرخ ہو جاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے ۔ تعزیوں کے پاس مرثیہ پڑھا جاتا ہے اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے ۔ مرثیہ میں غلط واقعات نظم کیے جاتے ہیں ۔ اہل بیت کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع وفزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیے رافضیوں ہی کے ہیں بعض میں تبرا بھی ہوتا ہے مگر اس رو میں سنی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انہیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں ۔

اظہار غم کے لئے سر کے بال بکھیرتے ہیں، کپڑے پھاڑتے اور سر پر خاک ڈالتے اور بھوسا اڑاتے ہیں یہ بھی ناجائز اور جاہلیت کے کام ہیں ان سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے امور سے پرہیز کریں اور ایسے کام کریں جن سے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔

تعزیوں اور علم کے ساتھ بعض لوگ لنگر لٹاتے ہیں یعنی روٹیاں یا بسکٹ یا اور کوئی چیز اونچی جگہ سے پھینکتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ رزق کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے یہ چیزیں کبھی نالیوں میں گرتی ہیں اور اکثر لوٹنے والوں کے پاؤں کے نیچے بھی آتی ہیں اور بہت کچھ کچل کر ضائع ہوتی ہیں۔ اگر یہ چیزیں انسانیت کے طریق پر فقرا کو تقسیم کی جائیں تو بے حرمتی بھی نہ ہو اور جن کو دیا جائے انہیں فائدہ بھی پہنچے مگر وہ لوگ اس طرح لٹانے ہی کو اپنی نیک نامی تصور کرتے ہیں۔''

(بہار شریعت، ج:۴، ح:۱۶، ص:۲۴۷، مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف)

ملک العلما حضرت علامہ **محمد ظفر الدین بہاری** علیہ الرحمہ

تعزیہ داری رائج الوقت قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔ ہاں روضہ اقدس سید الشہدا کے صحیح نقشے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات، جس طرح حرمین شریفین کعبہ معظّمہ و روضۂ عالیہ کے نقشے اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔'' اھ

(فتاویٰ ملک العلما، ص ۳۶۳، مطبوعہ المجمع الرضوی سوداگران، رضا نگر بریلی شریف)

برہان ملت حضرت مفتی **برهان الحق** جبل پوری علیہ الرحمہ

مروجہ تعزیہ داری کے متعلق آپ یوں رقم طراز ہیں: '' ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری بلا شبہ بدعات و ممنوعات کا ایسا مجموعہ ہے کہ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ علما، واعظین، مقررین، مشائخ طریقت اور سجادہ نشین حضرات

عملی طور پر اپنے اپنے حلقہ اثر میں ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اور اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَۃَ'' کے طریقہ سے کام لے کر آہستہ آہستہ مروجہ تعزیہ داری کے بدعات وممنوعات ومحرمات شرعیہ کو مٹانے کی کوشش کریں'' اھ

(بحوالہ خطبات محرم، ص: ۴۷۱)

حکیم الامت حضرت مفتی **احمد یار خاں** نعیمی علیہ الرحمہ

مروجہ تعزیہ داری حرام ہے حسب ذیل وجوہ سے:

(۱) یہ تعزیہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ کا صحیح نقشہ نہیں نہ تو تعزیہ بنانے والوں نے کربلائے معلیٰ جا کر وہاں کا روضہ دیکھا ہے اور نہ وہاں کا صحیح نقشہ دیکھ کر اس کی نقل کی ہے بلکہ ہر تعزیہ دار علیحدہ فیشن کا تعزیہ بناتا ہے اب اس غلط اور جعلی نقشہ کو سید الشہداء کے روضہ کی تصویر سمجھ کر اس کی تعظیم کرنا حرام ہے۔ جس درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی وہ اصل درخت تو گم ہو گیا تھا۔ لوگوں نے غلطی سے دوسرے درخت کی زیارت کرنا شروع کر دی یہ سمجھ کر کہ یہ وہی بیعت والا درخت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ درخت کٹوا دیا تاکہ غلط فہمی دور ہو، وہ بھی غلط چیز کی ہی زیارت کرتے تھے اور موجودہ جاہل مسلمان بھی غلط نقشہ کی زیارت وتعظیم کرتے ہیں یہ بھی اسی طرح واجب الہلاک ہے۔

(۲) اس تاریخ میں مروجہ جلوس نکالنا یزیدیوں کی نقل ہے کہ انہوں نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر اور باقی قیدی اہل بیت کا جلوس نکالا یہ مسلمان ان کی نقل کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے "من تشبہ بقوم فھو منھم" اھ عاشورہ کے دن کی عبادت روزہ اور صدقہ وخیرات ہے نہ کہ مروجہ ناچ کود۔

(۳) تعزیہ بنا کر اسے دفن کر دینا مال برباد کرنا ہے جو حرام ہے۔ رب

تعالیٰ فرماتا ہے۔ "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ"

(۴) اس غلط نقشہ کو جلوس نکالنا اس کو کندھوں پر اٹھائے پھرنا بازاروں میں گشت لگانا فعل لغو ہے نہ اس میں دینی نفع ہے نہ دنیاوی فائدہ یہ بھی حرام ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: "هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ" حدیث شریف میں ہے: "كل لهو حرام الا ثلثة"

(۵) یہ فعل مجوزہ روافض کی نقل ہے کفار و مرتدین کی نقل اتارنا بھی حرام ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یادگار یا کھیل کود نہیں بلکہ ان کی یادگار پابندی نماز اس دن روزہ صدقہ خیرات ہے، ہاں اگر صحیح نقشہ تیار کیا جائے بلاشبہ جائز ہے۔ اھ (فتاویٰ نعیمیہ، ص: ۱۹۱)

نیز ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "تعزیہ داری اور علم کا نکالنا، کودنا، ناچنا، یہ وہ کام ہیں جو یزیدی لوگوں نے کئے تھے کہ امام حسین اور دیگر شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے سر نیزوں پر رکھ کر ان کے آگے کودتے، ناچتے، خوشیاں مناتے ہوئے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق یزید پلید کے پاس لے گئے تھے۔ باقی اہل بیت نے نہ کبھی تعزیہ داری کی اور نہ علم نکالے، نہ سینے کوٹے، نہ ماتم کئے، لہٰذا اے مسلمانو! ان مبارک دنوں میں یہ کام ہرگز نہ کرو، ورنہ سخت گنہ گار ہوگے۔ خود بھی ان جلوسوں اور ماتم میں شریک نہ ہو اور اپنے بچوں، اپنی بیویوں اپنے دوستوں کو بھی روکو۔ اھ (اسلامی زندگی، ص: ۶۷)

حافظ ملت حضرت علامہ شاہ **عبد العزیز** محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ

"مروجہ تعزیہ داری ڈھول تاشہ، باجا وغیرہ یزیدیوں کی نقل اور رافضیوں کا طریقہ ہے یہ ناجائز و حرام ہے۔" اھ

(تحریر ۳؍رجب ۸۸ھ بحوالہ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۵۱۰)

شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ **حشمت علی خان** علیہ الرحمہ

حضرت علامہ حشمت علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

''تعزیہ بنانے والا (تعزیہ) رکھنے والا ، اس میں پیسے دینے (والا) یا خالی مدد کرنے والا ، اس کے اوپر شیرینی یعنی نیاز چڑھانے والا ، اور تعزیہ پر فاتحہ دینے والا سب گنہگار اور سخت عذاب کے مستحق ہیں کیونکہ یہ سب باتیں عذاب کا ذریعہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ گناہ اور ظلم کے کاموں میں مدد نہ کرو۔'' اھ

(مجمع المسائل بحوالہ مسائل اسلام ، ص:۷۸)

نیز ایک جگہ اور تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیے بنانا ، انہیں باجے تاشے کے ساتھ دھوم دھام سے اٹھانا ، ان کی زیارت کرنا ، ان کا ادب اور تعظیم کرنا ، انہیں چومنا ، ان کے آگے جھکنا ، اور آنکھوں سے لگانا ، بچوں کو ہرے کپڑے پہنانا ، گھر گھر بھیک منگوانا ، کربلا جانا وغیرہ شرعاً ناجائز و گناہ ہیں۔'' اھ

(شمع ہدایت ، ج:۳ ، ص:۳۰)۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ **عبد المصطفیٰ** اعظمی علیہ الرحمہ گھوسی شریف

محرم کے مہینے میں صرف اتنی بات ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقدس روضوں کی تصویر یا نقشہ بنا کر رکھنا اور ان کو دیکھنا یہ تو جائز ہے کیوں کہ یہ ایک غیر جان دار کی تصویر یا نقشہ ہے۔ لہٰذا جس طرح کعبہ ، بیت المقدس ، نعلین شریفین وغیرہ کی تصویریں اور ان کے نقشے بنا کر رکھنے کو شریعت نے جائز ٹھہرایا ہے اسی طرح شہدائے کربلا علیہم الرحمہ کے روضوں کی تصویریں اور نقشے بھی یقیناً جائز ہی رہیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ محرم کے مہینے میں جو بہت سی بدعتیں اور خرافاتی رسمیں چل پڑی ہیں وہ یقیناً ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔ مثلاً ہر سال سینکڑوں ہزاروں روپے کے

خرچ سے روضۂ کربلا کا نقشہ بنا کر اس کو پانی میں ڈبو دینا یا زمین میں دفن کر دینا یا جنگلوں میں پھینک دینا یہ یقیناً حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح کی دوسری بہت سی خرافات و لغویات مثلاً ڈھول تاشہ بجانا، تعزیوں کو ماتم کرتے ہوئے گلی گلی پھرانا سینے کو ہاتھ یا زنجیروں یا چھریوں سے پیٹ پیٹ کر اور مار مار کر اچھلتے کودتے ہوئے ماتم کرنا، تعزیوں کے نیچے اپنے بچوں کو لٹانا، تعزیوں کی تعظیم کے لیے تعزیوں کے سامنے سجدہ کرنا، تعزیوں کے نیچے کی دھول اٹھا اٹھا کر بطور تبرک چہروں، سروں اور سینوں پر ملنا۔ اپنے بچوں کو محرم کا فقیر بنا کر محرم کی نیاز کے لیے بھیک منگوانا، بچوں کو کربلا کا پیک اور قاصد بنا کر اور ایک خاص قسم کا لباس پہنا کر اِدھر اُدھر دوڑاتے رہنا۔ سوگ منانے کے لیے خاص قسم کے کالے یا سبز رنگ کے کپڑے پہن کر ننگے سر، ننگے پاؤں، گریبان کھولے ہوئے یا گریبان پھاڑ کر گلی گلی بھاگے بھاگے پھرنا وغیرہ وغیرہ قسم قسم کی لغویات و خرافات کی رسمیں جو مسلمان میں پھیلی ہوئی ہیں یہ سب ممنوع و ناجائز ہیں اور یہ سب زمانۂ جاہلیت اور رافضیوں کی نکالی ہوئی رسمیں ہیں جن سے توبہ کر کے خود بھی ان حرام رسموں سے بچنا اور دوسروں کو بچانا ہر مسلمان پر لازم ہے اسی طرح تعزیوں کا جلوس دیکھنے کے لیے عورتوں کا بے پردہ گھروں سے نکلنا اور مردوں کے مجمعوں میں جانا اور تعزیوں کو جھک جھک کر سلام کرنا یہ سب کام بھی شریعت میں منع اور گناہ ہیں "اھ (جنتی زیور، ص:۱۱۱)

شیخ النحو حضرت مفتی سید **افضل حسین** مونگیری علیہ الرحمہ

''مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے''اھ
(ملخصاً فتاویٰ منظر اسلام تیسری قسط،ص:۲۴۸)

اجمل العلما حضرت مفتی **محمد اجمل** صاحب علیہ الرحمہ

''تعزیہ کی نقل چونکہ غیر جاندار کی تصویر ہے لہٰذا اس کا بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا شرعاً جائز ہے لیکن عوام نے اس سلسلہ میں تعزیہ داری میں اس اصل جواز کو محو کر کے بہت سی خرافات تراش لیں کہ اب نہ تو روضہ شریف کی صحیح نقل ہی کا نام ہے۔ پھر مزید براں کسی میں پریاں کسی میں براق کی تصویریں اپنے دل سے گڑھ کر اور اضافہ کر دی گئیں نہ اس میں بہ نیت تبرک رکھنا ہی باقی رہا بلکہ اس کو کوچہ بکوچہ گشت کرانا اور اس کے ساتھ باجے تاشے ڈھول کا بجانا، طرح طرح کے کھیل تماشے کرنا علَم نکالنا، مہندی چڑھانا، اظہار غم کرنا، ننگے سر ہونا، بوسیدہ لباس پہننا، ننگے پیر پھرنا، اس تعزیہ کو جھک جھک کر سلام کرنا، سجدہ تعظیمی کرنا، اس سے مراد مانگنا، اس کو حاجت روا جاننا عورتوں کا خلط ہونا، لنگر لٹانا، روٹیوں کا اوپر سے پھینکنا یہاں تک کہ اس کے لئے ہر آبادی اور ہر شہر کے قریب ایک کربلا گڑھ کر اس میں تعزیہ کو توڑ تاڑ کر دفن کر دینا وغیرہ خرافات ورسوم سب ناجائز وحرام ہیں اور قرآن واحادیث کے خلاف ہیں۔''اھ
(فتاویٰ اجملیہ، ج:۴، ص:۸۸، مطبوعہ فاروقیہ بکڈپو دہلی)

سرکار کلاں حضرت **سید مختار اشرف** علیہ الرحمہ کچھوچھہ شریف

آپ مروجہ تعزیہ داری کے تعلق سے فرماتے ہیں: ''اہل سنت وجماعت کے نزدیک تعزیہ داری کہہ کر جن مراسم کو مراد لیا جاتا ہے ان کے منکرات امر منکر

ہی ہیں مثلاً اضاعت مال مسلم واسباب تعیش وتفریح وبیان مکذوبات واوہام فاسدہ وغیر ذلک اور یہ وہ منکرات ہیں جن کا منکر ہونا منصوص ہے نیز مسجد وفنائے مسجد کو ہر طرح کے تعیش وتفریح کے آلات واشیا سے پاک رکھنا ضروری ہے'' اھ

(بحوالہ خطبات محرم ص ۴۷۳)

شارح بخاری حضرت مفتی **شریف الحق** امجدی علیہ الرحمہ

''تعزیہ داری عزاداری ناجائز وگناہ ہے۔ ڈھول تاشے باجے جائز نہیں طبل جنگ اس وقت بجایا جاتا ہے جب دشمن سامنے ہوتا ہے۔ یہاں کون دشمن لڑنے کے لئے سامنے کھڑا ہے۔ تعزیہ دار کب اس سے لڑنے پر آمادہ ہیں یہ خوئے بد کا بہانہ ہے۔ باجے تاشے بجانا خوشی کی علامت ہے اس موقع پر باجہ تاشہ خوشی ظاہر کرنا ہے۔ بہر حال تعزیہ داری اور اس کے جملہ رسوم ناجائز وحرام ہیں'' اھ (ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ اپریل ۱۹۹۹ء)

بحر العلوم حضرت مفتی **عبد المنان** صاحب قبلہ اعظمی علیہ الرحمہ

آپ فرماتے ہیں: ''مروجہ تعزیہ داری حرام ہے۔

(فتاویٰ بحر العلوم ج ا۔ ص ۲۹۸)

حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ نے تعزیہ کے متعلق ایک باب ہی فتاویٰ بحر العلوم میں باندھا ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ کریں۔

شیخ العلما حضرت مفتی قاضی **عبد الرحیم** صاحب بستوی علیہ الرحمہ

مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے'' اھ
(فتاویٰ منظر اسلام، تیسری قسط، ص:۲۴۶)

فقیہ ملت حضرت مفتی **جلال الدین احمد** امجدی علیہ الرحمہ

''ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری کہ جس میں طرح طرح کے بیہودہ کھیل تماشے ہوتے ہیں اور مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور باجے تاشے ہوتے ہیں مایۂ بدعات اور ناجائز وحرام ہے۔'' اھ (فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص ۶۴۶ مطبوعہ دارالاشاعت براؤں شریف)

نیز دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں ''تعزیہ کا جلوس آگے پیچھے ڈھول تاشہ، باجا گاجا، فلمی گیت، جاندار کی تصویر عورتوں کا ہجوم اسی طرح کے دیگر خرافات جو آج کل تعزیہ داری میں کیے جاتے ہیں ناجائز وحرام ہے۔ جو لوگ ان بیہودہ باتوں کا انتظام کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ اس کی تائید میں ہیں سب گنہگار ہیں، مذہب اہل سنت وجماعت سے ان خرافات کا کوئی تعلق نہیں۔'' اھ
(فتاوی فیض الرسول، ج:۲، ص ۵۱۲ مطبوعہ دارالاشاعت براؤں شریف)

بدر ملت حضرت مفتی **بدر الدین احمد** قادری رضوی علیہ الرحمہ

محرم کے مہینے میں بہت سے جاہل مسلمان سرکار امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا تعزیہ بناتے ہیں جس میں چھوٹی دو قبریں ہوتی ہیں وہ لوگ نویں محرم کی رات میں اور دسویں محرم کے دن میں ڈھول اور تاشے بجاتے ہوئے گلی کوچہ میں اس تعزیہ کا گشت کراتے ہیں لیکن چوں کہ یہ سب کام شرع کے نزدیک ناجائز ہیں ان باتوں سے سرکار امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس

روح کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے ان خرافات سے دور رہنا چاہئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نیاز فاتحہ دلانا چاہئے۔ (تعمیر ادب، حصہ پنجم، ص:۱۰۳، ملخصاً)

خلیل العلما حضرت مفتی **محمد خلیل خاں** برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ

تعزیہ داری جن میں از اول تا آخر، خرافات کی بھرمار ہے قطعاً ناجائز و بدعت وحرام ہے۔ اگر روضۂ مبارکہ حضرت شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ وعلیٰ اعوانہ وانصارہ کی صحیح نقل بنا کر محض بہ نیت تبرک رکھتے تو شرعاً کوئی حرج نہ تھا مگر حاشا تعزیہ ہرگز اس کی نقل نہیں۔ نقل ہونا درکنار بنانے والوں کی نقل کا قصد بھی نہیں ہر جگہ نئی تراش نئی گڑھت ہے جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ کوئی نسبت کسی میں پریاں کسی میں براق اور کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بہ کوچہ و دشت بہ دشت اشاعت غم کے لیے اس کا گشت پھر اس کے گرد سینہ زنی۔ ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی۔ غرض بیسویں خرافات پر مشتمل اس بدعت سیئہ اور بیہودہ رسموں نے عشرۂ محرم الحرام کو کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت تک نہایت بابرکت اور محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا۔ جاہلوں اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا۔ مردوں، عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرّہ ہیں۔ کاش مسلمانان اہل سنت اپنی آنکھوں سے دین وایمان کی روشنی میں ان بیہودگیوں کا جائزہ لیں اور خدا ورسول کے احکام کی خلاف ورزی سے بچیں'' اھ

(عقائد الاسلام ص ۳۰۹، مکتبہ جام نور)

شمس العلما حضرت مفتی **شمس الدین احمد** جعفری رضوی

علیہ الرحمہ (مصنف قانون شریعت)

تعزیہ داری کہ واقعات کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اوران کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کی شبیہ کہتے ہیں کہیں تخت بنائے جاتے ہیں، کہیں ضریح بنتی ہے اور علم اور شدے نکالے جاتے ہیں، ڈھول، تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے۔ آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتی ہیں، کہیں چبوترے کھدوائے جاتے ہیں، تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں، سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں ،ہار، پھول، ناریل چڑھاتے ہیں۔ وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے۔ چھتری لگانے کو بُرا جانتے ہیں۔ تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سُرخ غلاف ڈالتے ہیں۔ سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سُرخ غلاف والی کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں شربت، مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلواتے ہیں یہ تصور کر کے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اور مواجہ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جا کر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے۔ پھر تیجہ، دسواں، چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور مہندی رچائی جائے گی اور اس تعزیہ داری کے سلسلے میں کوئی پیک بنتا ہے جس کی کمر سے گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خطوط لے کر ابن زیاد کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اس کے گلے میں جھولی ڈالتے ہیں اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں، کوئی سقہ بنایا جاتا ہے چھوٹی سی مشک اس کے کندھے پر لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کے لائے گا۔ کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے گویا یہ حضرت عباس علم دار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ فرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں یہ سب لغو خرافات ہیں ان سے ہرگز سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش نہیں۔

یہ تم خود غور کرو کہ انہوں نے احیائے دین وسنت کے لیے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں براق بنایا جاتا ہے جو عجب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری کے لیے ایک جانور ہوگا کہیں دلدل بنتا ہے کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں بعض جگہ آدمی ریچھ، بندر، لنگور بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی ایسی بری حرکت اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا" اھ

(قانون شریعت، ج:۲، ص:۴۰۹، فرید بک اسٹال لاہور)

جامع معقول ومنقول حضرت مفتی **محمد قدرت اللہ** صاحب رضوی علیہ الرحمہ

سابق صدر المدرسین وشیخ الحدیث دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع سنت کبیر نگر

آپ تحریر فرماتے ہیں "مروجہ تعزیہ جس میں روضۂ مبارک حضور شہزادۂ گلگوں قبا سیدنا امام حسین شہید اعظم وجفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کی نقل

سرے سے ملحوظ نہیں رہ گئی بلکہ ہر جگہ نئی تراش اور نرالی خراش پھر کسی میں پریاں کسی میں براق اور طرح طرح کے بیہودہ طمطراق پھر غم پروری کے لئے گلی گلی کوچہ کوچہ اس کا گشت اور اس کے ارد گرد سینہ کوبی اور ماتم سازی پھر باقی تماشے، باجے تاشے کا خلط اور میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر مستزاد۔ ایسے ہی تعزیہ داری کے متعلق امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے۔"

فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص: ۳۶، نصف اوّل" اھ (مجریہ تاریخ ۱۲ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ)

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ سید **شاہ تراب الحق** قادری

علیہ الرحمہ پاکستان

آپ فرماتے ہیں: "مروجہ تعزیہ جائز نہیں۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار کا فوٹو یا ویسا ماڈل بنا کر کہیں رکھ دیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا یہ جائز ہے لیکن اس کو گھمانا اور ڈھول طبلہ بجانا وغیرہ وغیرہ یہ سب چیزیں ہمارے نزدیک لغو ہیں اور بالکل ناجائز"۔ (منقول از کلپ ملخصاً)

وارث علوم اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ حضرت

مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

دامت برکاتہم القدسیہ بریلی شریف

آپ سے سوال ہوا کہ تعزیہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ ایک مقرر صاحب کا بیان ہے کہ تعزیہ آج سنیوں کی علامت ہے اور جس عمل سے بدمذہبوں کو تکلیف ہوتی ہو ایسا کام کرنا چاہئے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ حضور مفتی اعظم ہند اور مولانا حشمت علی خان علیہما الرحمہ ممبئی

میں کہیں چاندی یا سونے کے تعزیہ کی زیارت کو جاتے تھے۔ رہنمائی فرمائیں۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”مروجہ تعزیہ داری جس میں ڈھول، تاشے، باجے اور گلی کوچوں میں ماتم وغیرہ کا بازار گرم ہوتا ہے اور ابرق، پنی وغیرہ سے یا بہت بیش قیمت سازوسامان سے خیالی شکل امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضے کی بنائی جاتی ہے اور اس تراشیدہ خیالی شکل کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روضہ سمجھا جاتا ہے یہ حرام ہے۔

اور یہ چند وجہ سے ناجائز وحرام ہے۔ ڈھول، تاشے، باجے شرعاً حرام ہیں اور وہ ابرق پنی سے جو تراشیدہ خیالی روضہ کی بنائی جاتی ہے پھر اس کا دشت بدشت گشت کیا جاتا ہے یہ بھی ناجائز وحرام ہے اور پھر اس کو جا کر کے دفن کر دیتے ہیں یہ مال کو برباد کرنا ہے اور اسراف ہے۔ ان سب چیزوں کی بنا پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ فتویٰ دیا کہ مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے۔ البتہ اگر صحیح صحیح کربلائے معلیٰ کا نقشہ، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضے کا نقشہ بنا کر کے گھر میں رکھیں ادب کے ساتھ تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کعبۂ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تصویریں لوگ اپنے گھر میں آویزاں کرتے ہیں۔ اس میں حرج نہیں۔

اور حضور مفتی اعظم ہند اور دیگر بزرگ جس کی زیارت کے لیے جاتے تھے۔ میں نے بھی ممبئی میں اس تعزیہ کو دیکھا ہے۔ وہ صحیح طور پر کربلائے معلیٰ کا صحیح نقشہ ہے جو ان سنیوں نے بنایا ہے اور وہ اس کا اہتمام کرتے ہیں لوگ جا کر اس کی زیارت کرتے ہیں شرعی طور پر وہاں ڈھول، تاشے اور ماتم وغیرہ کا ارتکاب نہیں ہوتا ہے اور اس تعزیے کو گھمایا نہیں جاتا۔ بلکہ ایک جگہ ادب سے رکھا جاتا ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں اس میں حرج نہیں“۔ (منقول از کلپ)

محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی **محمد نظام الدین** رضوی برکاتی

صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

''شریعت طاہرہ میں کہیں بھی تعزیہ کی کوئی اصل نہیں، اور یہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے محض لغو ہے بلکہ اپنے مال کو برباد کرنا ہے اور بہت سی خرافات کا ارتکاب کرنا ہے۔ تعزیہ لوگ اس اعتقاد سے بناتے ہیں کہ یہ حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا روضہ ہے۔ اس کے اندر دو فرضی قبریں بھی رکھتے ہیں۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ نہ تو ان اماموں کا روضہ ہے نہ ان کے روضے سے کوئی مناسبت ہے نہ اس میں ان کی کوئی قبر ہے۔ حدیث پاک میں ہے ''اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر جو بغیر میت والی قبر کی زیارت کرے۔'' اھ

''جب تعزیہ کو روضہ اور قبر سے کوئی مناسبت نہیں تو اس کے ساتھ اس کا اعتقاد رکھنا اور قبروں کا سا برتاؤ کرنا ضرور ناجائز و گناہ ہوگا لہٰذا اسے روضۂ امام یا قبر امام تصور کرکے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں فاتحہ دینا، دلانا جائز نہیں جو لوگ ایسا کریں یا کرائیں وہ گنہگار رہیں۔'' اھ (فتویٰ مبارکہ، مجریہ تاریخ: ۸ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ)

امین شریعت حضرت مفتی **عبد الواجد** صاحب قبلہ قادری

''تعزیہ داری حرام ہے۔ کمافی رسالہ تعزیہ داری'' اھ

(فتاویٰ شرعیہ ج ۳۔ ص۔ ۲۷۳)

احسن ملت حضرت مولانا الحاج **محمد احسن رضا** قادری

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف۔

''مروجہ تعزیہ داری ناجائز اور گناہ ہے'' اھ

(ماہ نامہ اعلیٰ حضرت ص ۸، شمارہ شوال ۱۴۳۴ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۳ء)

حضرت مفتی **محمد اختر حسین** قادری خلیل آبادی

دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی بستی، یوپی

مروجہ تعزیہ داری کہ جس میں ڈھول تاشے باجے اور گلی کوچوں میں گشت اور اشاعت غم و تصنع وغیرہ ہوتے ہیں بلاشبہ ناجائز وحرام ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر روضۂ مبارک کا نقشہ بنا کر رکھے جیسا کہ کعبہ معظمہ اور گنبد خضریٰ کے نقشے بطور تبرک رکھے جاتے ہیں تو درست ہے اس کے علاوہ کی اجازت نہیں۔

(مجریہ تاریخ: ۳۰ر صفر المظفر ۱۴۲۴ھ)

مبلغ اسلام حضرت علامہ **عبد المبین نعمانی** صاحب

المجمع الاسلامی مبارک پور

آپ تحریر فرماتے ہیں ''دسویں محرم میں برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش میں یادگار امام کے نام پر تعزیہ داری کی جو رسم جاری ہے وہ انتہائی غلط شکل اختیار کر گئی ہے مقامات مقدسہ اور روضۂ امام عالی مقام کا محض صحیح نقشہ بنوا کر بطور یادگار رکھا جاتا تو اس میں کوئی حرج نہ تھا جیسے کہ کعبۂ معظمہ اور روضہ رسول کے نقشے ہم بناتے اور گھروں میں تبرکاً رکھتے ہیں مگر افسوس عقیدت کے غلو نے تعزیہ کو مایۂ بدعات بنا کر رکھ دیا حتی کہ اب تو روضۂ امام کا صحیح نقشہ بھی باقی نہ رہا طرح طرح کی نئی تراش خراش نے تعزیہ کو ایک نئے نقشے میں تبدیل کر دیا ہے لہٰذا اب حد سے تجاوز کی بنیاد پر اس کو کسی طرح جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ جنوری ۲۰۰۹ء)۔

حضرت مفتی **شهاب الدین احمد** نوری مدظلہ العالی

دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براوں شریف ضلع سدھارتھ نگر

ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری بدعت سئیہ اور ناجائز ہے حضور سیدنا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: مروجہ تعزیہ داری قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے، تعزیہ ممنوع ہے شرع میں کچھ اصل نہیں اور جو کچھ ان کے ساتھ بدعات کی جاتی ہیں سخت ناجائز ہیں (فتاویٰ رضویہ ج۱۰۔ص:۱۸۹)

اور دوسری جگہ اس طرح فرماتے ہیں: اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے یہ قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے (حوالہ مذکورہ ص:۶۴)
(ماہ نامہ فیض الرسول شمارہ اکتوبر ۲۰۱۵ء)

نائب فقیہ ملت حضرت مفتی **ابرار احمد** امجدی برکاتی

استاذ مرکز تربیت افتا اوجھا گنج ضلع بستی

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ”ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز و حرام اور بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱ص:۷۵۔۷۶، میں اعلیٰ حضرت پیشوائے اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاویٰ رضویہ، ج:۹ص:۳۵۔۱۸۹، ۱۹۴، ۱۸۶، پر تحریر فرمایا ہے۔“ اھ

حضرت مفتی **اشتیاق احمد** صاحب مصباحی بلرامپوری

دارالعلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم اوجھا گنج

تعزیہ داری جیسا کہ عام طور سے مسلمانوں میں رائج ہے سخت ناجائز و حرام ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۳۵ نصف آخر پر ہے۔

(رجسٹر فتاویٰ، ص:۸۴)

حضرت علامہ **تطہیر احمد** رضوی بریلی شریف

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ۔ ’’آج کی تعزیے داری اور اس کے ساتھ ہونے والی تمام بدعات وخرافات وواہیات سب ناجائز وگناہ ہیں مثلاً ماتم کرنا۔ تعزیوں پر چڑھاوے چڑھانا، ان کے سامنے کھانا رکھ کر وہاں فاتحہ پڑھنا، ان سے منتیں مانگنا، ان کے نیچے سے برکت حاصل کرنے کے لئے بچوں کو نکالنا، تعزیے دیکھنے کو جانا، انہیں جھک کر سلام کرنا، سواریاں نکالنا، سب جاہلانہ باتیں اورناجائز حرکتیں ہیں۔‘‘ اھ (محرم میں کیا جائز کیا ناجائز، ص:۱۰)۔

حضرت علامہ سید **ہاشمی میاں** صاحب قبلہ کچھوچھہ شریف

آپ فرماتے ہیں کہ ’’تعزیہ اس لئے بھی ناجائز وحرام ہے کہ اس میں فضول اور ناجائز طریقے پر مال ضائع کیا جاتا ہے، کیونکہ جب یہ تعزیے نکلتے ہیں تو بڑی دھوم دھام سے تاشے باجے بجتے ہیں اور طرح طرح کی گرم بازاری کرتے ہیں۔ نٹ کھٹ اور شوخ عورتوں کا ہر سو ہجوم اور شہوانی میلوں کی پوری رسوم اور اس کے ساتھ ساتھ یہ خیال کہ خودساختہ اور بنائی ہوئی تصویریں بعینہٖ اور اصلی شہداے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جنازے ہیں پھر کچھ لوٹ مار نوچ اُتار

اور باقی توڑ تاڑ کر دفن کر دیے جاتے ہیں اور اس طرح ایک ناموس اہل بیت اور وقار شہدائے کربلا کا مذاق و تمسخر ہوتا ہے اور دوسری طرف ہر سال لاکھوں اور کروڑوں روپے غریب مسلمانوں کی جیب سے نکل کر زمین پر اپنی حماقت کے سبب دفن ہو جاتے ہیں۔'' اھ (مسائل اسلام، ص: ۹۷، بحوالہ رسومات محرم اور تعزیہ، ص: ۱۶)

حضرت مولانا عبد الغفار صاحب مصباحی

استاذ دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا

محرم کے مہینے میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مقدس روضوں کی تصویر یا نقشہ بنا کر رکھنا اور ان کو دیکھنا تو جائز ہے۔ کیونکہ یہ ایک غیر جاندار کی تصویر یا نقشہ ہے لہٰذا جس طرح کعبہ، بیت المقدس، نعلین شریفین وغیرہ کی تصویریں اور ان کے نقشے بنا کر رکھنے کو شریعت نے جائز ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح شہدائے کربلا کے روضوں کی تصویریں اور نقشے بھی یقیناً جائز ہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ محرم کے مہینے میں جو بہت سی بدعتیں اور خرافاتی رسمیں چل پڑی ہیں وہ یقیناً ناجائز اور گناہ کے کام ہیں مثلاً ہر سال سیکڑوں ہزاروں روپئے کے خرچ سے روضۂ کربلا کا نقشہ بنا کر ان کو پانی میں ڈبو دینا، یا زمین میں دفن کر دینا، یا جنگلوں میں پھینک دینا یہ یقیناً حرام و ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اپنے مال کو برباد کرنا ہے مسلمان جانتا ہے کہ مال کو ضائع اور برباد کرنا حرام و ناجائز ہے۔ اسی طرح کی دوسری بہت سی خرافات ولغویات مثلاً ڈھول، تاشہ بجانا، تعزیوں کو ماتم کرتے ہوئے گلی گلی پھرانا، سینے کو ہاتھوں اور زنجیروں، یا چھریوں سے پیٹ پیٹ کر اور مار مار کر اُچھلتے کودتے ہوئے ماتم کرنا، تعزیوں کے نیچے کی دھول اٹھا اٹھا کر بطور تبرک چہروں، سروں اور سینوں پہ ملنا۔ اپنے بچوں کو محرم کا فقیر بنا کر محرم کی نیاز کے لئے بھیک منگوانا، بچوں کو کربلا کا پیک اور قاصد بنا کر اور ایک خاص قسم کا لباس پہنا کر اِدھر اُدھر دوڑاتے رہنا،

سوگ منانے کے لئے خاص قسم کے لئے یا سبز رنگ کے کپڑے پہن کر ننگے سر ننگے پاؤں گریبان کھولے ہوئے یا گریبان پھاڑ پھاڑ کر گلی گلی بھاگے بھاگے پھرنا وغیرہ۔ قسم کے لغویات وخرافات کی رسمیں جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں یہ سب ممنوع وناجائز ہیں اور یہ سب زمانہ جاہلیت اور رافضیوں کی نکالی ہوئی رسمیں ہیں ۔ان سے مسلمانوں کو بچنا ضروری ہے کہ یہ گناہ اور تباہی کے کام ہیں'' اھ

(اصلاح رسوم، ص: ۵۸ مطبوعہ المجمع الاسلامی، مبارک پور)

حضرت قاری **عبد الرشید** صاحب قبلہ قادری پیلی بھیتی

دس محرم کو مروجہ تعزیے یعنی تخت، بنانا، علَم اٹھانا، ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجانا، تعزیوں کا دھوم دھام سے گشت نکالنا محرم کے مہینے میں غم منانا، شادی بیاہ نہ کرنا، بچوں کو فقیر بنانا اور ان سے گھر گھر بھیک منگوانا، نوحہ و ماتم کرنا، مصنوعی کربلائیں بنانا، دس محرم کو وہاں جانا، میلے لگانا، سات محرم کو حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہندی نکالنا، محرم میں ہرے رنگ کے کپڑے یا ٹوپی پہننا اور سوائے شہدائے کربلا کے کسی اور کی فاتحہ نہ دلانا یہ اور اس طرح کی تمام باتیں سخت مذموم وخرافات ہیں اس سے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرگز خوش نہیں ہوسکتے۔ افسوس صد افسوس کہ واقعۂ کربلا جیسے عبرت ناک ونصیحت آموز واقعہ کو بھی ان دنیا والوں نے کھیل کود اور تفریح ودل لگی کا ذریعہ بنا کر رکھ دیا

کاش قوم مسلم اس واقعہ سے درس حاصل کرکے آخرت کی سرخروئی کا سامان اکٹھا کرتی اور تعزیے وتاشے باجے جیسی فضول وفالتو غیر شرعی رسموں میں صرف ہونے والے پیسے مدارس اسلامیہ ومکاتب دینیہ کی تعمیر وتعلیم پر خرچ کرتی ،یتیموں اور بیواؤں نیز غریب ونادار بے سہارا لڑکیوں کی شادی کا انتظام کردیا جاتا اور علمائے اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کتب ورسائل

کی طباعت پر صرف کیا جاتا تو یقیناً سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خوشی کا باعث ہوتا'' اھ (ماہ نامہ اعلیٰ حضرت شمارہ ستمبر ۲۰۱۳ء)

علامہ ڈاکٹر **انوار احمد** صاحب قبلہ بغدادی

دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ تعزیہ داری اور اس سے متعلقہ تمام بدعات شرعاً وعقلاً حرام وناجائز ہیں۔ کیوں کہ

مروجہ تعزیہ داری اور اس سے متعلقہ بدعات کی کوئی اصل نہیں ہے۔

مروجہ تعزیہ داری اور اس سے متعلقہ اکثر وبیشتر بدعات شعار شیعہ ہیں۔

مروجہ تعزیہ داری، ڈھول، تاشہ وغیرہ لہو ولعب ہیں۔

مروجہ تعزیہ داری مسلمانوں کے مال کا ضیاع اور اسراف ہے۔

انہیں وجوہات کی بنیاد پر علمائے اہل سنت نے مروجہ تعزیہ داری پر حرمت کی مہر متفقہ طور پر ثبت کی ہے اور نرمی کا پہلو اپنانے کی بجائے سختی سے منع کیا ہے'' اھ

(مسائل تعزیہ داری، ص: ۷)

مروجہ تعزیہ میں کسی طرح کی مدد کرنا کیسا ہے؟

جب مروجہ تعزیہ داری شریعت طاہرہ میں ناجائز وحرام ہے تو اس میں کسی طرح کی مدد کرنا بھی ہرگز درست نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''۔ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲)۔

''یعنی نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔'' (کنز الایمان)

اور حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی طرح تعزیہ داری کی مدد کرنا کیسا ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں: "ایں ہم جائز نیست چرا کہ اعانت بر معصیت می شود و اعانت بر معصیت غیر جائز" یعنی یہ بھی ناجائز ہے اس لئے کہ گناہ پر مدد ہو جاتی ہے اور گناہ پر مدد جائز نہیں۔

(فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱،ص:۷۷، بحوالہ خطبات محرم، ص:۴۶۵)۔

مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: "تعزیہ میں کسی قسم کی امداد جائز نہیں قال تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ:۱۵ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۲۰۸، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت تحریر فرماتے ہیں جس طرح تعزیہ داری ناجائز اس میں اعانت بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج:۴،ص:۱۸۵، مطبوعہ المعارف، الامجدیہ گھوسی مئو)۔

مروجہ تعزیہ داری

کی حرمت وعدم جواز پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے

مروجہ تعزیہ داری جس میں کہ بہت سی خرافات کی جاتی ہیں اس کی حرمت وعدم جواز پر علمائے اہل سنت کا اتفاق ہے جیسا کہ فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ہندوستان کی مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام اور بدعت سیئہ ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزیہ میں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، نے رسالہ تعزیہ میں تحریر فرمایا ہے اور مولانا حشمت علی خان بریلوی، مفتی عبدالرشید خان ناگ پوری،

سید العلما حضرت مولانا سید آل مصطفےٰ صاحب مارہروی، حافظ ملت حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مبارک پوری، برہان الملت مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری، اور شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی یعنی حضور مفتیِ اعظم ہند صاحب قبلہ وغیرہ جلیل القدر جمہور علماے اہل سنت تعزیہ داری کے حرام، ناجائز اور بدعت سیئہ ہونے پر متفق ہیں۔" اھ (فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲، ص: ۵۴۳، مطبوعہ دارالاشاعت، براؤں شریف)

ان علماے ذوی الاحترام کے علاوہ بہت سے علماے کرام نے اس کی حرمت وعدم جواز کے بارے میں فتویٰ دیا یا تصدیق کی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا بھی اتفاق ہے۔ مثلاً علماے مظہر اسلام بریلی شریف، علماے منظر اسلام بریلی شریف، علماے جبل پور، ان کے علاوہ ممبئی، ملتان، پاکستان، جاورہ، رتلام، مراد آباد، مالوہ، اندور، مظفر پور، بہار، ناگ پور، مبارک پور امروہہ، ضلع مراد آباد، رائے بریلی، کچھوچھہ شریف، ٹانڈہ، ضلع فیض آباد، التفات گنج، بلرام پور، امرڈوبھا، بسڈیلہ، براؤں شریف، بھاؤپور، بڑھیا، ضلع بستی کے پچھتر (۷۵) علماے اعلام نے اس فتویٰ پر تصدیق کی جو ۱۳۸۸ھ میں بشکل پوسٹر شائع ہوا تھا۔ مزید جان کاری کے لئے حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی کتاب خطبات محرم کے ص: ۴۶۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام وبدعت سیئہ ہے۔ جس پر کثیر تعداد میں علماے اہل سنت کا اتفاق ہے۔ ہمارے سنی بھائی اس عشرہ مقدسہ میں بے شمار خرافات کا ارتکاب کرتے ہیں اور اس کے سبب گنہگار ہوتے ہیں جہاں پر اور دیگر خرافات میں ملوث ہوکر اپنے نامۂ اعمال میں گناہ کا ذخیرہ اکٹھا کرتے ہیں وہیں پر ڈھول اور تاشہ کا بجانا بھی ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جس شہید اعظم کے آل واولاد پر تین شبانہ روز دانہ پانی بند کیا گیا۔ جن کے سامنے اکبر وقاسم کی تڑپتی ہوئی لاشیں تھیں۔ جن کے شیر خوار لخت جگر کے ہونٹ خشک ہوگئے ہوں۔ جنہیں

طرح طرح کی اذیتیں دی گئی ہوں۔ جن کے اوپر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے گئے ہوں۔ کربلا کے اس خونی منظر کو سوچ کر ہر مسلمان کا دل پھٹ جاتا ہے مگر یہ نام نہاد حسینی اس دن میں ڈھول تاشہ بجا کر خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور اس فعل حرام کو "اعلانِ محبت حسین" کا نام دیتے ہیں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا اگر تمہارے گھر میں کسی کا انتقال ہو جائے اور اس کا جنازہ رکھا ہو تو اس وقت ڈھول تاشہ بجاؤ گے؟ یقیناً تو تم ایسا کرنے کے لئے ہرگز نہیں تیار ہو گے۔ یاد کرو! کہ سبط پیغمبر کے اوپر کتنی مصیبتیں آئیں مگر اس شہید ظلم و جفا نے ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرلیا۔ آج تمہارے لیے ڈھول اور تاشہ بجانے سے روح حسین اپنی قبر پاک میں خوش نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ڈھول تاشہ بجانا خوشی کی علامت ہے۔ تم اس فعل حرام کو انجام دے کر خوشی کا اظہار کرتے ہو تمہارے دل میں ذرّہ برابر بھی محبت حسین نہیں ہے۔ اگر محبت حسین ہوتی تو ان مقدس ایام میں صدقات وخیرات کرتے، روزہ رکھتے، نوافل پڑھتے اور حسین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرامین پر عمل پیرا ہوتے اور جائز طریقے پر ان کی روح کو ایصال ثواب کرتے۔ تو یہ سارے فعل اس بات پر دلالت کرتے کہ واقعی یہ عاشق نواسۂ رسول ہے۔

آیئے دیکھا جائے کہ باجا وغیرہ اس موقع پر کس نے بجایا اور بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ اس سے نتیجہ خود سامنے آجائے گا کہ تم یزیدی مشن پر عمل کرتے ہو، یا حسینی مشن پر۔

ڈھول اور تاشہ بجانا یزیدیوں کا طریقہ ہے

سچی حکایات میں ہے کہ جب یزید پلید کو معلوم ہوا کہ اسیران کربلا اور امام حسین وغیرہ کا سر عن قریب دمشق پہنچنے والا ہے تو اس نے پورے شہر کو آراستہ کرنے اور سب کو خوشی منانے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کے لئے ملک شام آئے ہوئے تھے جب وہ دمشق

شہر میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سب لوگ خوشی مناتے اور باجے بجاتے ہیں انہوں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ اہل عراق نے حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سر کو یزید کے پاس ہدیہ بھیجا ہے۔ تمام اہل شہر اس کی خوشی منا رہے ہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک سرد آہ بھری اور پوچھا کہ حضرت حسین کا سر کون سے دروازہ سے لائیں گے؟ کہا "باب الساعۃ" سے۔ آپ اس طرف تیزی سے بڑھے اور بڑی دوڑ دھوپ کے بعد اہل بیت تک پہنچ گئے۔ آپ نے دیکھا ایک سر جو رسول ﷺ کے سر مبارک سے بہت زیادہ مشابہ ہے نیزہ پر چڑھا کر رکھا گیا ہے جسے دیکھ کر آپ بے اختیار رو پڑے۔ اہل بیت میں سے ایک نے پوچھا کہ تم ہم پر کیوں رو رہے ہو؟ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے پوچھا آپ کا نام کیا؟ فرمایا میرا نام سکینہ بنت حسین ہے۔ انہوں نے فرمایا اور میں آپ کے نانا جان ﷺ کا صحابی ہوں۔ اگر میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیے۔ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میرے والد کے سر انور کو سب سے آگے کرا دیجئے تا کہ لوگ ادھر متوجہ ہو جائیں اور ہم سے دور رہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے چار سو درہم دے کر حضرت امام کے سر مبارک کو مستورات سے دور کرا دیا۔" اھ

(سچی حکایات، ص:۳۳۶)

مذکورہ واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: کہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ محرم کے دنوں میں باجے بجانا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دشمن یزیدیوں کی سنت ہے۔ آپ کا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا ان کے یہاں اس موقع پر باجا بجنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ امام کی شہادت کی خوشی میں یزیدیوں نے بجایا تھا مگر اب امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی محبت کے دعوے دار بجاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے اور یزیدیوں کی سنت پر عمل کرنے سے بچائے۔" اھ (خطبات محرم، ص:۴۳۷)۔

نیز صاحب سچی حکایات اس واقعہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں "اس سے

معلوم ہوا کہ ڈھول باجے بجا بجا کر محرم کے دن گزارنا یزیدیوں کی سنت ہے۔ "اھ (سچی حکایات، ص:۳۳۶)

پتہ چلا کہ ایام محرم میں ڈھول تاشہ بجانا یزیدیوں کا طریقہ ہے۔

ڈھول تاشہ بجانا حرام وگناہ ہے

ڈھول تاشہ بجانا شرعاً حرام وگناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ" یعنی اور ڈگادے ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے" اھ (سورہ اسرائیل، آیت:۶۴)۔

بعض علمائے کرام نے فرمایا اس سے مراد گانے باجے، لہو ولعب کی آوازیں ہیں، تفسیر کبیر میں زیر آیت کریمہ ہے: "قيل اراد بصوتك الغنا واللهو واللعب۔" اھ (ج:۷، ص:۳۶۸ مطبوعہ دار التراث العربی بیروت ،لبنان)۔

تفسیر خازن میں ہے: قال ابن عباس :معناه بدعائك اِلىٰ معصية اللّٰه وكل داع اِلىٰ معصية الله فهو من جند اِبليس ،وقيل:اراد بصوتك الغناء والمزامير واللهو واللعب۔" اھ (ج:۳، ص:۱۳۶ مطبوعہ المكتبۃ، بیروت لبنان)۔

تفسیر روح المعانی میں ہے: "عن مجاهد وتفسيره بالغناء والمزامير واللهو والباطل" اھ (ج:۹، ص:۱۶۱ مطبوعہ دار الفکر، بیروت لبنان)۔

مذکورہ عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اے شیطان !ان میں سے جس پر تو قدرت پائے اپنی آواز سے، گانے سے بجانے سے، یا مزامیر کے ساتھ یا لہو ولعب کے ساتھ حرکت دے یعنی ڈگمگادے۔ تو گانے بجانے کو اللہ رب العزت نے شیطانی آواز قرار دیا۔

حدیث شریف میں ہے: "لیکونن من أمتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعارف۔" اھ یعنی "ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرم گاہیں یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو" (بخاری شریف، ج:۲، ص:۸۳۷)

دوسری جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صوتان ملعونان فی الدنیا والآخرہ: مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة" یعنی دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں نعمت کے وقت باجے کی آوازیں اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز" اھ (کنز العمال، ج:۱۵، ص۲۲۲، ۲۱۹)

دوسری حدیث میں ہے: "نهى عن ضرب الدف ولعب الصنج وضرب الزماره" یعنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے (جھانجھ والے) دف کے بجانے اور صنج کے کھیلنے اور مزمار کے بجانے سے منع فرمایا: اھ (کنز العمال، ج:۱۵، ص:۲۱۹)

نیز ایک جگہ اور حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "أمرنی ربی عزوجل بمحق المعارف والمزامیر۔" اھ ملخصاً، "یعنی اللہ تعالیٰ نے باجوں اور مزامیر کے مٹانے کا مجھے حکم دیا۔" (مشکوٰۃ شریف، ص:۳۱۸)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان اس حدیث شریف کے تحت فرماتے ہیں: "أی بمحو آلات اللھو فی النھایة العزف اللعب بالمعازف وھی الدفوف وغیرھا مما یضرب۔" اھ (مرقاۃ المفاتیح، ج:۷، ص:۱۹۶ مطبوعہ الاشرفیہ دیوبند)۔

نیز مشکوٰۃ میں دوسری جگہ ہے: "أن النبی صلی اللہ علیه وسلم نهى عن الخمر والمیسر والکوبة۔" اھ (مشکوٰۃ شریف، ص:۳۱۸) اس حدیث شریف کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "الکوبة قیل الطبل ای الصغیر وقیل البربط۔" (ج:۷، ص:۱۹۶) یعنی رسول پاک علیہ السلام نے شراب وجوا اور ڈھول باجا سے منع فرمایا: فقہ کی مشہور و معروف کتاب "رد المحتار" میں ہے:

والاطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها مكروهة وانها زی الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلك حرام.

یعنی اور لہو کا اطلاق فعل کے کرنے اور سننے دونوں کو شامل ہے جیسا ناچنا، مذاق کرنا، تالی بجانا ساز کے تار بجانا، طنبور، عود، رباب، قانون، مزامیر، جنگ، بوق ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور بے شک یہ کفار کی عادت وعلامت ہے اور (جھانجھ والے) دف اور مزامیر وغیرہ باجوں کا سننا حرام ہے:اھ (ج:ص:۳۹۵)

نیز اسی میں دوسری جگہ ہے:"الملاهی كلها حرام قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب كما ینبت الماء النبات۔" ملخصاً (ج:۶،ص:۳۸۴)۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے "استماع صوت الملاهی كالضرب بالقضیب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذ ذبها كفر أی بالنعمة"اھ (ج:۶،ص:۳۵۹)۔

البحر الرائق میں ہے:"یكره استماع صوت اللهو والضرب" (ج:۸،ص:۲۰۷)

اور سند المتكلمین عمدة المحققین سركار اعلی حضرت قدس سرهٔ فرماتے هیں :"ڈھول بجانا حرام ہے۔"اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۱۸۹،نصف اوّل)۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :"تمام ملاہی، معازف، مزامیر ناجائز وحرام،اھ

(فتاویٰ امجدیہ، ج:۴،ص:۴۰ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی ضلع مئو)

نیز اسی کے صفحہ ۵۷ پر رقم طراز ہیں: ڈھول بجانا عورتوں کا گانا، ناچ، باجا یہ سب حرام ہیں۔" اھ

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ڈھول تاشے جائز نہیں باجے تاشے بجانا خوشی کی علامت ہے۔ اس موقع پر باجے تاشے بجانا خوشی ظاہر کرنا ہے۔ بہر حال تعزیہ داری اور اس کے جملہ مراسم ناجائز وحرام ہیں۔ ملخصاً" اھ (ماہنامہ اشرفیہ، شمارہ، اپریل ۱۹۹۹ء)

فتاویٰ اجملیہ میں ہے: "محرم میں ڈھول تاشے بجانا اور ماتم کرنا حرام وناجائز ہے۔" اھ (ج:۴، ص:۳۷)

حضرت مفتی ابرار احمد صاحب امجدی رقمطراز ہیں: قربانی سے لے کر عاشورہ محرم تک ڈھول بجانا اور شب عاشورہ میں تعزیہ کے پیچھے پیچھے مردوں عورتوں کا ڈھول تاشہ بجاتے ہوئے جانا یہ سب ناجائز وگناہ ہیں ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج:۹، ص ۱۸۹، فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص ۵۷، پر ہے۔

(مجریہ تاریخ ۱۲ ربیع الغوث ۱۴۳۰ھ)

ان آیات واحادیث اور فقہی جزئیات کا حاصل یہ ہے کہ ڈھول تاشہ بجانا حرام ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس فعل حرام کے ارتکاب سے باز آئیں ورنہ سخت گنہ گار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور شریعت طاہرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دف کی شرعی حیثیت

دف کی تعریف: ھو المدور والمغشی من جانب المستمی بالغربال الذی یطیل بہ۔

یعنی دف گول ہوتا ہے۔ اس کا ایک جانب ڈھکا ہوتا ہے جسے چھلنی کہا جاتا ہے۔ اور اس سے طبلہ بجایا جاتا ہے۔" اھ

(حاشیہ نسائی، ج:۲،ص:۹۰ بحوالہ اصلاح عمل،ص:۴۹)

اور فرہنگ آصفیہ ج:۲،ص:۹۱۸، پردَف کی تعریف یوں ہے: "ایک چوبی لکڑی جس کا منہ ایک طرف کی کھال سے منڈھا ہوا۔" اھ

دَف کی حلت نص شارع علیہ السلام سے ہے۔ نکاح، عیدین، ختنہ اور سفر سے واپسی پر خیر مقدم کے لئے، اجتماع احباب کے لئے، شرعی مسرت کے لئے، دَف شرعی بجا سکتے ہیں بشرطیکہ قواعد موسیقی وتال وسم کی رعایت اور جھانجھ وگھنگھرو اور لہو مکروہ اور شیطانی لذت کے حصول کی حد تک نہ ہو اور مردوں کو ہر طرح حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "یکرہ للرجال علیٰ کل حال۔" یعنی مردوں کو ہر حال میں مکروہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج:۹،ص:۲۳۳، نصف آخر)

حدیث شریف میں ہے: عن عائشة قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اعلنو اهذا النکاح واضربوا علیه بالدفوف۔ "یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان نکاحوں کا اعلان کرو پردَف بجاؤ۔"

(مشکوٰۃ،ص:۲۷۲)

اسی کے حاشیہ میں ہے: "قال الفقهاء المراد بما لاجل جلالة" یعنی فقہائے کرام نے فرمایا کہ اس سے وہ دَف مراد ہے جس میں جھانجھ نہ ہوں۔

مرأۃ المناجیح میں ہے "فقہا فرماتے ہیں کہ باجوں میں جھانجھ حرام بعینہ ہے کہ کسی طرح جائز نہیں اسی کے سوا دوسرے باجے اگر کھیل کود کے لئے ہوں تو حرام۔

(مرأۃ، ج:۵،ص:۳۹)

ایک دوسری حدیث میں ہے: "عن بریدة قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیهٗ وسلم فی بعض مغازیة فلما انصرف جأت جاریة سوداء فقالت یارسول اللّٰہ اِنی کنت نذرت ان ردك اللّٰہ صالحاً ان اضرب بین یدیك بالدف واتغنی فقال لها

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان کنت نذرت فاضربی والا فلا فجعلت تضرب۔"اھ، یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کائنات ﷺ کسی جنگ میں تشریف لے گئے پھر جب واپس ہوئے تو ایک حبشیہ (کالی رنگ کی) بچی آئی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ میں نے نذر مانی تھی کہ جب آپ خیریت سے واپس آئیں گے تو میں آپ کے سامنے دَف بجاؤں گی اور گاؤں گی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نذر مانی ہے تو دَف بجا ورنہ نہیں، تو وہ کالی بچی دَف بجانے لگی۔ (مشکوٰۃ، ص:۵۵۸)

اسی کے حاشیہ میں دَف کی تشریح یوں فرماتے ہیں: والمراد بہ الدف الذی کان متعار فافی المتقدمین فاما ما فیہ الجلاجل فینبغی ان یکون مکروا اتفاقاً۔"اھ یعنی دَف سے مراد وہ دَف ہے جو متقدمین میں متعارف تھا، وہ دَف جس میں جھانجھ ہوں تو مناسب یہ ہے کہ وہ بالا تفاق مکروہ ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ، ص:۵۵۸)۔

دوسری حدیث میں: "عن الربیع بنت معوذ ابن عفراء قالت جآء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدخل حین بُنی علی فجلس علی فراشی کمجلسك منی فجعلت جویریاتٌ حض بن بالدف ویندُبن من قتل من آبائی یوم بدرٍ از قالت احدٰ ھن وفینا نبی یعلم مافی غدٍ فقال دعی ھذہٖ وقولی بالذ ی کنت تقولین، رواہ البخاری۔

حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب میری رخصتی کی گئی تو آقا علیہ السلام تشریف لائے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو ویسے حضور علیہ السلام میرے بستر پر بیٹھ گئے تو ہماری بچیاں دَف بجانے لگیں اور میرے باپ دادا جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کا مرثیہ کہنے لگیں۔ کہ ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا چھوڑو! وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھی (مشکوٰۃ ص:۲۷۱) اس کے تحت حاشیہ میں ہے قولہ جویریات قیل تلك البنات لم تکن بالغات حد الشهوة وکان دفهن غیر مصحوب بالجلاجل فیه دلیل علیٰ جوانی ضرب الدف عند النکاح والزفاف للاعلام واما فیه الجلاجل فینبغی ان یکون وھا بالاتفاق۔ "یعنی وہ لڑکیاں نابالغہ تھیں حد شہوت کو پہونچی ہوئی نہیں تھیں ان کا دَف جھانجھ سے منڈھا ہوا نہ تھا۔ اس حدیث میں دلیل ہیکہ اعلان کے لئے نکاح وزفاف کے وقت دَف بجانا جائز ہے اور رہا وہ دَف جس میں جھانجھ ہوں تو بالاتفاق مکروہ۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص:۲۷۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایسا دَف ہے جس میں جھانجھ وغیرہ ہوں تو اس دَف کا بجانا بھی حرام ہے چہ جائے کہ ڈھول بجانا کہ وہ ہر طرح ناجائز وحرام ہے۔ یوں ہر وہ باجا جو قواعد موسیقی پر بجایا جائے اور اس کے اندر سریلا پن ہو۔

سولہ سیدوں کی کہانی، دس بی بی کی کہانی نامی کتابوں کی شرعی حیثیت

بہت سی عورتیں دس بی بی کی کہانی، سولہ سیدوں کی کہانی نامی کتابوں کو پڑھتی ہیں اور شیرینی وغیرہ پر خاص طور سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے فاتحہ دلاتی ہیں اور بہت سی عورتیں اس کتاب کے پڑھنے کا منت بھی مانتی ہیں تو از روئے شرع ایسی کتابوں کا پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ ان کتابوں میں من گڑھت قصے از سرتا پا فرضی کہانیاں ہیں اس میں کوئی سچائی نہیں۔ بلکہ بعض کلمات ایسے ہیں جن کا ظاہر کفر ہے مثال کے طور پر سیدوں کے نام کے روزے اور سیدوں کے نام کی نماز۔ نماز، روزے ایسی عبادتیں ہیں، جنہیں اللہ رب العزت نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔ کسی مخلوق کے نام روزہ رکھنا یا نماز پڑھنا کفر ہے اس لئے مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ ان کتابوں کو ہرگز نہ پڑھیں نہ سنیں کہ ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(ماخوذاز:فتویٰ فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ ماہنامہ اشرفیہ،شمارہ نومبر ۲۰۰۰ء)

نیز محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کتاب (دس بی بی کی کہانی) کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں۔''اس کتاب میں بے اصل کہانیاں درج ہیں اور بہت سی عبارتیں ایسی ہیں جن سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا مصنف کوئی شیعہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ مؤلف کا نام اس پر درج نہیں تاکہ سنیوں میں بھی یہ کتاب پھیلے۔عورتوں کو سمجھائیں کہ وہ اس سے باز آجائیں اور توبہ بھی کرلیں۔''اھ

(فتویٰ محررہ تاریخ ۷ار محرم الحرام ۱۴۲۷ھ)

نورنامہ،شہادت نامہ،نامی کتابوں کا حکم

آج کل شیعوں کی طرح سنی مسلمانوں کے گھروں میں بھی ان ساری کتابوں کے پڑھنے کا رواج ہے توان ساری کتابوں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے سب من گڑھت قصوں جھوٹی کہانیوں اور باطل روایات پر مشتمل ہے اس لئے ان کتابوں کا پڑھنا پڑھانا ناجائز وحرام ہے۔فتاویٰ رضویہ میں ہے''شہادت نامے نثر یا نظم جو آج کل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ و بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں ایسے بیان کا پڑھنا،سننا،مطلقاً حرام وناجائز ہے۔ اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ،ج:۹،ص:۶۲،نصف اوّل)

نیز دوسری جگہ نورنامہ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں:''رسالہ منظوم ہندیہ بنام نورنامہ مشہوراست روایتش بے اصل است خواندنش چہ جائے کہ ثواب۔''اھ (فتاویٰ رضویہ ج:۱۲،ص:۳۵۲)

یعنی شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے منظوم ہندوستانی زبان (اردو) میں ایک رسالہ''نورنامہ''کے نام سے مشہور ہے اس کی روایت بے اصل ہے اسے پڑھنا جائز نہیں چہ جائیکہ اس میں ثواب ہو۔

مرثیہ، نوحہ اور ماتم کا حکم

نویں، دسویں محرم الحرام کو عورتیں ہر چوک پر جا کر مرثیہ پڑھتی ہیں جن میں اکثر حکایات وواقعات غلط ہوتے ہیں بلکہ بعض میں صحابۂ کرام وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تبرا بھی ہوتا ہے۔ نیز شیعوں کی اتباع کرتے ہوئے نوحہ اور ماتم وغیرہ بھی کرتے ہیں اور لباس سوگ بھی پہنتے ہیں حالانکہ رافضیوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بڑا سخت فرمان عالی شان ہے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

یأتی قومٌ لهم نبزيقال لهم الرافضة لا يشهدون جمعة ولا جماعة ويطعنون السلف فلا تجالسوهم ولا تواكلوهم ولا تشاربوهم ولا تناكحوهم وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم" اھ

یعنی ایک قوم آنے والی ہے ان کا بد لقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ نہ جمعہ پڑھیں گے نہ جماعت، اور امت کے اگلوں پر طعنہ کریں گے تم ان کے پاس مت بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا نہ کھانا ان کے ساتھ پانی نہ پینا، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرنا، وہ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے کو نہ جانا مر جائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جانا نہ ان پر نماز پڑھنا نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۱۶۵، نصف آخر)

برادران اہلسنت دیکھا آپ نے کہ حدیث شریف نے ہر قسم کے تعلقات کو ان سے ختم کرنے کا صریح حکم فرمایا۔ لہٰذا سنی مسلمان پر لازم ہے کہ وہ شیعوں کا کوئی بھی کام جو منافی شرع ہو ہرگز ہرگز نہ کریں کہ مسلمانوں کو ان کے کام کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اب وہ کام نوحہ ہو یا ماتم مرثیہ ہو یا سوگ کے کپڑے یعنی

سرخ، سیاہ سبز، سیاہ و سبز تو علامت سوگ و شیعہ کی وجہ سے ممنوع ہیں اور سرخ کپڑے ناصبی لوگ اظہار خوشی کے لئے پہنتے ہیں اس لئے وہ بھی ممنوع ہیں ۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوحہ مرثیہ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں:

نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم عن المراثي (جامع الاحاديث، ج:۲،ص:۱۱۰) وعن ابن مسعود قال قال رسوالله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية.‘‘اھ

یعنی رسول اللہ ﷺ نے مرثیوں کے پڑھنے سے منع فرمایا۔اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو چہروں پر مارے، گلا پھاڑے، اور زمانۂ جاہلیت کی جھوٹی راگ الاپے۔‘‘اھ (بخاری، ج:۱،ص: ۱۷۳ مشکوۃ، ص:۱۵۰، ترمذی، ج:۱،ص۱۱۹)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال پر عورتوں نے چیخنا اور نوحہ کرنا شروع کیا تھا تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مهما كان من العين والقلب فمن الله عزوجل ومن الرحمة وما كان من اليد واللسان فمن الشيطان ۔اھ

البتہ جب آنکھ یا دل سے رونا ہو تو اللہ کی جانب سے ہے اور رحمت ہے اور جب ہاتھ و زبان سے ہو تو شیطان کی طرف سے ہے‘‘اھ (مشکوۃ، ص:۱۵۲)۔

احادیث پاک کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ مرثیہ و نوحہ و ماتم سب ناجائز و ممنوع ہیں۔

اب رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حسین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی محبت کا دم بھرنے والے سنّی صحیح العقیدہ مسلمان اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچیں جو کہ ایام محرم میں سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پورا اسم شریف یا حسین بھی نہیں لیتے بلکہ ہنسے ہنسے کہہ کر کودتے، دوڑتے اور ماتم کرتے ہیں کہ وہ حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات سے کتنے دور ہیں۔

حسین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے نانا جان کے دین کو بچانے کے لئے حضرت علی اکبر کی جوانی دے دی۔ حضرت علی اصغر کا نازک گلا دے دیا، حضرت قاسم جو کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشانی تھے قربان کر دیا۔ حضرت عباس کے بازو قلم کرائے اور آخر میں اپنے نانا جان کے دین کی حفاظت کے لئے سر دے کر یہ اعلان کر دیا کہ یہ سر اسلام کے نام پر کٹ تو سکتا ہے مگر کسی فاسق و فاجر کے سامنے جھک نہیں سکتا۔ حسین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تو یہ مشن تھا مگر آج ان کے نام لیوا ان سے جھوٹی محبت کا دعویٰ کرنے والے ان کی یاد کے بجائے لہو ولعب اور خرافات میں پڑ گئے ہیں۔

پیارے مسلمانو! شریعت مصطفےٰ کو سینے سے لگا لینا درحقیقت حسینی ہونے کی صحیح علامت ہے اور اس کے خلاف کرنا یزیدی ہونے کی سچی پہچان ہے اب ذرا آئینے میں اپنا چہرہ دیکھیں جو لوگ عشرۂ محرم میں صدقات و خیرات کے بجائے خرافات کرتے ہیں، مروجہ تعزیہ داری بڑے شوق سے کرتے ہیں، ڈھول تاشہ بجاتے ہیں، ماتم کرتے ہیں، مرثیے پڑھتے ہیں اور دیگر قسم قسم کی برائیوں میں اس نویں اور دسویں تاریخ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ کیا اس شہید اعظم ظلم و جفا نے اپنے جملہ اعوان و انصار کے جانوں کی قربانی انہیں خرافات کو منانے کے لئے دی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں۔

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ آج کل کے مرثیوں کے حکم کو اور زیادہ واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ”کتب شہادت جو آج کل رائج ہیں اکثر حکایات موضوعہ و روایات باطلہ پر مشتمل ہیں۔ یوں ہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا، سننا سب گناہ وحرام ہے۔ حدیث میں ہے: نھیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

وسلم عن المراثی۔'' اھ یعنی رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرثیوں سے منع فرمایا۔ ایسے ہی ذکر شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علمائے کرام منع فرماتے ہیں: کما ذکرہ الامام ابن حجر فی الصواعق المحرقۃ۔ ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا اہل بیت یا صحابی کی توہین شان کا مبالغۂ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو نہ وہاں بین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم کنی یا تصنع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ نہ ہوں تو ذکر شریف فضائل ومناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلا شبہہ موجب ثواب ونزول رحمت ہے۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۸۸، نصف اوّل، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''اگر ایسا مرثیہ ہو جس میں خلاف شرع بات نہ ہو تو اس کا پڑھنا جائز ہے۔ مگر عام طور پر جو مرثیے رائج ہیں وہ خلاف شرع بات سے خالی نہیں۔'' اھ (فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص:۱۵۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی)

فتاویٰ ملک العلما میں ہے: ذکر شہادت شریف نظم میں ہو یا نثر میں جب کہ روایات صحیحہ مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ کلمات توہین انبیاء ومرسلین ملائکہ ومقربین اہل بیت طاہرین، صحابہ مکرمین وغیرہ محرمات سے بالکل خالی ہو بلاشبہ جائز ومستحسن وموجب ثواب ونزول رحمت وہاب ہے۔ اور اگر شناعات پر مشتمل ہو تو حرام وگناہ ہے۔ اس لئے یہ مرثیے کہ آج رائج ہیں مطلقاً حرام ہیں۔ اور ان کا سننا پڑھنا اور سینہ کوبی ماتم ونوحہ سب حرام ہیں۔ (فتاویٰ ملک العلما، ص:۴۶۳)

مجالس محرم کے فوائد وبرکات

عشرۂ محرم میں مجلسوں کا منعقد کرنا بہت بہتر ہے اور باعث نزول خیر وبرکت ہے خود وہ مجلس جس میں کہ اللہ ورسول کا ذکر ہو بہت ہی عظمت والی ہے تو یہ مجلس جس میں اللہ ورسول کے ساتھ خلفاے اربعہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب اور حالات زندگی بیان کی جائیں کتنی عظمت وبرکت والی مجلس ہوگی۔ ایسی مقدس مجلسوں کی فضلیت بیان کرتے ہوئے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ایک حدیث شریف نقل کی ہے وہ حدیث شریف یہ ہے

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقاے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے جو نامۂ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ ہیں زمین پر چلتے ہیں جب وہ لوگوں کو ذکر خداوندی میں مشغول پاتے ہیں تو (اپنے ساتھیوں) کو آواز دیتے ہیں کہ ''ھلموا الیٰ بغیتکم'' آؤ اپنے مطلوب کی طرف جب وہ آتے ہیں تو سب ان کو آسمان تک ڈھانپ لیتے ہیں (پھر وہ فرشتے بارگاہ خدا میں حاضر ہوتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کیا کام کرتے ہوئے چھوڑا ہے؟ وہ کہتے ہیں ہم نے یوں چھوڑا ہے کہ وہ تیری تعریف کررہے تھے، تیری بزرگی بیان کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا کیفیت ہوگی؟ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ دیکھ لیں تو اس سے زیادہ تسبیح وتحمید بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس بات سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں جہنم سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیں تو کیسا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس سے بہت زیادہ بھاگیں اور بہت نفرت کریں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ جنت کا سوال کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا صورت ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں اگر وہ اسے دیکھیں تو اس کی زیادہ حرص کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ وہ عرض کرتے ہیں: "**کان فیھم فلان لم یردھم انما جاء لحاجۃ**۔ کہ اے مولیٰ ان لوگوں میں وہ شخص بھی تھا جو اپنے کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "**ھم القوم لا یشقی جلیسھم**" یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بد بخت نہیں ہوتا۔" اھ

(احیاء العلوم، ج:۱، ص:۲۷۹، مترجما الی الاردویۃ)

کسی نے بڑے پیارے انداز میں کہا ہے۔

جہاں ذکر حبیب ہوتا ہے خود خدا بھی قریب ہوتا ہے
ان کی محفل میں بیٹھنے والا آدمی خوش نصیب ہوتا ہے

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "فقیر کے یہاں سال بھر میں دو مجلسیں ہوتی ہیں ایک مجلس ذکر وفات دوسری مجلس ذکر شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیکڑوں آدمی جمع ہوتے ہیں۔ درود شریف وقرآن شریف پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے پھر سلام پڑھا جاتا ہے، بعدازاں کھانے پر ختم شریف پڑھ کر حاضرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ باتیں اگر فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر ہرگز اس پر اقدام نہ کرتا۔" اھ ملخصاً

(فتاویٰ عزیزیہ ج:۱، ص:۱۰۱، بحوالہ ماہنامہ اشرفیہ شمارہ مارچ، اپریل:۲۰۰۰)

مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "مجلس میلاد مبارک مجلس فرحت وسرور رہے اور ذکر شہادت جس طور پر رائج ہے وہ ضرور طریقۂ غم پروری ہے۔ رہا حضرات امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فضائل ومناقب صحیحہ معتبرہ کا ذکر وہ نور ایمان وراحت جان ہے اس سے کسی وقت ممانعت نہیں ہو سکتی ہے جب کہ وجہ صحیح پر بقصد صحیح ہو۔" اھ

(فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۸۸ نصف آخر)۔

نیز آپ دوسری جگہ فرماتے ہیں: "جو مجلس ذکر شریف حضرت سیدنا امام

حسین واہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہو جس میں روایات صحیحہ معتبرہ سے ان کے فضائل ومقامات ومدارج بیان کیے جائیں اور ماتم وتجدید غم وغیرہ امور مخالفۂ شرع سے یک سر پاک ہو فی نفسہ حسن ومحمود ہے خواہ اس میں نثر پڑھیں یا نظم اگر چہ وہ نظم بوجہ ایک مسدّس ہونے کے جس میں ذکر حضرت سید الشہدا ہے عرف حال میں بنام مرثیہ موسوم ہو کہ اب یہ وہ مرثیہ نہیں جس کی نسبت ہے ۔ونھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن المراثی۔" اھ

(اعالی الافادۃ تعزیۃ الھند وبیان الشھادۃ، ص:۱۶، مطبوعہ قادری بکڈپو، بریلی)

اسی رسالہ میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: "ذکر شہادت شریف جب کہ روایات موضوعہ وکلمات ممنوعہ ونیت نامشروعہ سے خالی ہو عین سعادت ہے۔ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔" (امالی الافادۃ، ص:۹)

حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "عشرۂ محرم میں مجلس منعقد کرنا اور واقعات کربلا بیان کرنا جائز ہے۔ جب کہ روایات صحیحہ بیان کی جائیں ان واقعات میں صبر وتحمل ورضا وتسلیم کا مکمل درس ہے ۔اور پابندی احکام شریعت واتباع سنت کا زبردست عملی ثبوت ہے کہ دین حق کی حفاظت میں تمام اعزا واقربا ورفقا اور خود اپنے کو راہ خدا میں قربان کیا اور جزع و فزع کا نام بھی نہ آنے دیا مگر اس مجلس میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی ذکر خیر ہونا چاہیے تاکہ اہل سنت اور شیعوں کی مجلسوں میں فرق وامتیاز رہے۔" اھ (بہار شریعت ج:۴، ح:۱۶، ص:۲۴۷)۔

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "حضرت امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذکر شہادت کی محفل منعقد کرنا بلاشبہ جائز ودرست ہے بلکہ مستحسن ہے اور باعث خیر وبرکت اور باعث عبرت وموعظت اس سے حق پر استقامت اور راہ حق میں مصائب برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔البتہ ماتم کرنا مرثیہ پڑھنا جائز نہیں۔" اھ (ماہنامہ اشرفیہ شمارہ اپریل، ۲۰۰۱ء)

فتاویٰ اجملیہ میں ہے کہ عشرۂ محرم میں فضائل حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ذکر واقعات کی محفلیں منعقد کرنا اور بروایات صحیحہ یا نظم میں یا نثر میں واقعات شہادت پڑھنا یا پڑھوانا جائز ہے اور امر مستحسن ہے۔اھ ملخصاً (فتاویٰ اجملیہ، ج:۴،ص:۸۹)

حضرت مفتی ابرار احمد صاحب امجدی فرماتے ہیں: ''سبیل پلانا، وعظ کی ایسی مجالس منعقد کرنا جن میں واقعات کربلا مع دیگر واقعات صحیح روایات کے ساتھ بیان کیے جاتے ہوں تو یہ سب جائز بلکہ مستحسن وکارِ ثواب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجالس محرم کے فوائد بیان کرتے ہوئے حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان رقم طراز ہیں:

مجالس محرم سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں:

اوّل فائدہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے ''عند ذکر الصالحین تنزیل الرحمۃ'' صالحین کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ خلفاے راشدین وامامین کریمین حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو صالحین کے امام وپیشوا ہیں ان کے ذکر کے وقت تو کثیر رحمتیں نازل ہوں گی۔جن سے ان مجلسوں میں شرکت کرنے والے خاص طور پر فیض یاب ہوتے ہیں۔

اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان کے ذکر کو سن کر اللہ تعالیٰ کے محبوب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ دین ومذہب کی حرمت قائم رکھنے کے لئے میدان میں نکلنا اور اعلاے کلمۃ الحق کرنا، طرح طرح کی مصیبتوں کو برداشت کرنا اور صبر وتحمل کا دامن نہ چھوڑنا، تین دن بھوکا پیاسا رہنے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے رونے بلکنے کے باوجود حق کی حمایت کرنا اور باطل کے سامنے نہ جھکنا، عزیزوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپتی

ہوئی دیکھ کر بھی حرف شکایت زبان پر نہ لانا، ہر حال میں راضی برضائے الٰہی رہنا اور مقام صدق وصفا میں ثابت قدم رہنا ان باتوں کے سننے سے دل میں امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت ومحبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دین ومذہب کی عزت وحرمت باقی رکھنے کے لئے جان ومال کی قربانی دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ دنیا کے لئے کوفیوں کا اپنی عاقبت برباد کرنا، اہل بیت رسالت کی توہین کرنا، ان کو ستانا اور ایذا پہنچانا پھر طرح طرح کی آفتوں و مصیبتوں میں مبتلا ہونا اور قتل حسین کے عوض ایک لاکھ چالیس ہزار کا مارا جانا۔ ان باتوں کے سننے سے عبرت ونصیحت حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ والوں کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔

اور پانچواں فائدہ یہ بھی ہے کہ عشرۂ محرم میں امام سے جھوٹی محبت کا دعویٰ رکھنے والوں نے جو طرح طرح کے خرافات اور ناجائز باتیں رائج کر رکھی ہیں مجلسوں کی برکت سے لوگ ان میں شامل ہونے سے بچ جاتے ہیں۔'' اھ (خطبات محرم، ص: ۴۵۸ مطبوعہ، کتب خانہ امجدیہ دہلی)۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''عشرۂ محرم بالخصوص دسویں محرم عاشورا کے دن مجلس منعقد کرنا اور صحیح روایتوں کے ساتھ شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے فضائل وواقعات کربلا کو بیان کرنا جائز اور باعث ثواب ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جن مجالس میں صالحین کا ذکر ہو وہاں رحمت نازل ہوتی ہے پھر چوں کہ ان واقعات میں صبر وتحمل اور تسلیم ورضا اور پابندیٔ شریعت کا بے مثال عملی نمونہ بھی ہے اس لیے کربلا کے واقعات کو بار بار بیان کرنے سے مسلمان کو دین پر استقامت حاصل ہوگی جو اسلام کا عطر اور ایمان کی روح ہے مگر ہاں اس کا خیال رہے کہ ان مجلسوں میں صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بھی ذکر خیر ہو جانا چاہئے تا کہ اہل سنت اور شیعوں کی مجلسوں میں فرق وامتیاز رہے'' اھ (جنتی زیور ص ۱۱۳)

نذر و نیاز، فاتحہ وسبیل اور کھچڑا وغیرہ کا شرعی حکم

ماہِ محرم الحرام میں دس دنوں تک خصوصاً دسویں تاریخ کو سیدنا امام حسین و دیگر شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایصال ثواب کرتے ہیں، شربت، چائے، مٹھائی، روٹی گوشت، کھچڑا وغیرہ پر فاتحہ دلاتے ہیں یہ ساری چیزیں جائز اور باعث ثواب ہیں۔ جس کی قوی دلیل حدیث شریف میں ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ''ان اُمّ سعد ماتت فأیّ الصدقة أفضل قال الماء فحفر بئرا وقال هذه لاُمّ سعد۔'' یعنی وہ حضرت مصطفےٰ جان رحمت علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے تو ان کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''پانی'' (بہترین صدقہ ہے تو حضور اقدس ﷺ کے حکم کے مطابق) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور (اپنی ماں کی طرف منسوب کرتے ہوئے) کہا یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے۔'' اھ (مشکوٰۃ، ص: ۱۹۹)

اس حدیث کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے: (فایّ الصدقة افضل) ای لروحها (قال الماء) انماكان الماء أفضل لانه اعم نفعا فى الامور الدينية والدنيوية خصوصاً فى تلك البلاد الحارة فلذلك من الله تعالىٰ لقوله من السماء ماء طهورا كذا ذكره الطيبى۔ ''یعنی کون سا صدقہ اُمّ سعد کی روح کے لئے افضل ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''پانی'' اور پانی کو اس لئے افضل صدقہ قرار دیا کہ اس کا نفع دینی و دنیاوی سب کاموں میں عام ہے۔ خصوصاً ان گرم

ملکوں میں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ''وانزلنا'' میں پانی اُتارنے پر احسان رکھا۔ ایسا ہی علامہ طیبی نے ذکر فرمایا ہے۔'' اھ
(مرقاۃ المفاتیح، ج:۲، ص۲۰۹)

نیز دوسری حدیث میں ہے:

عن عائشة ان رجلاً أتى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال يا رسول الله ان أمّى افتلتت نفسها ولم توص وأظنها لو تكلمت تصدقت أفلها اجران تصدقت عنها قال نعم۔"(مسلم شریف، ج:۱، ص:۳۲۴)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور وہ کسی بات کی وصیت نہ کرسکیں۔ میرا گمان ہے کہ انتقال کے وقت اگر انہیں کچھ کہنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ ضرور دیتیں تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کی روح کو ثواب پہنچے گا؟ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں پہنچے گا۔

اس حدیث کے تحت علامہ نووی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"فى هذا الحديث ان الصدقة عن الميت تنفع الميت ويصل ثوابها وهوكذالك باجماع العلما وكذا اجمعوا على وصول الدعا وقضاء الدين بالنصوص الواردة فى الجميع۔"

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مردہ کی طرف سے صدقہ دینا مردہ کو فائدہ بخش ہے اور اس کا ثواب مردہ کو ملتا ہے۔ اس کو پہنچتا ہے۔ اس پر علما کا اجماع ہے اور اسی طرح دعا کے پہنچنے میں بھی اجماع ہے۔ دین کے ادا ہونے پر ان نصوص سے جو ان سب پر وارد ہوئے۔'' اھ
(نووی شرح مسلم شریف ج:۱، ص:۳۲۴)۔

ان احادیث اور تفسیر احادیث سے کئی باتیں ثابت ہوئیں:

(۱) میت کے ایصال ثواب کے لئے پانی بہترین صدقہ ہے کنواں وغیرہ کھدوا کر اس کا ثواب میت کو بخش دیا جائے۔ اس سے سبیل وغیرہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(۲) ثواب بخشنے کے الفاظ زبان سے ادا کرنا صحابیٔ رسول علیہ السلام کی سنت ہے۔

(۳) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانا شیرینی، ملیدہ اور کھچڑا وغیرہ سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے اس لئے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارہ قریب کا لفظ استعمال ہوئے فرمایا: "ھذہ لامّ سعد" یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے یعنی اے اللہ! اس کنوئیں کے پانی کا ثواب میری ماں کو عطا فرما۔ اس سے معلوم ہوا کہ کنواں ان کے سامنے تھا۔" اھ۔

سراج السالکین، نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری

میاں علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"دسویں محرم کی رات اور دن کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف بزرگوں کے طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے یعنی تمام رات عبادت، قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی تلاوت، کلمہ شریف اور درود شریف پڑھنے میں گزار دیں۔ اور اس کا ایصال ثواب شہدا کی ارواح کو کریں، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح سے فیض حاصل کریں یعنی اپنے دل کو عالمِ بالا سے متصل کر کے حضور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک سے ربط پیدا کریں اور وہ اس طرح کہ آنکھ بند کر کے تصور کریں کہ میرا دل اپنے پیر و مرشد کے واسطے سے حضور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک سے ملا ہوا ہے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض میرے دل میں پہونچ رہا ہے کہ اس سے باطنی

عروج اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح پوری رات اسی تصور میں گزارے اور عاشورہ کی صبح جس قدر میسر ہو ثواب کی نیت سے مسکینوں اور فقیروں کو کھلادے۔

صوفیاے کرام کا طریقہ ہے وہ اس کی برکت سے سال بھر تک قلبی ترقی حاصل کیا کرتے ہیں۔ (سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، ص:۱۷۱)

• مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

''پانی یا شربت کی سبیل لگانا جب کہ بہ نیت محمود اور خالصاً لوجہ اللہ ثواب رسانی ارواح طیبہ ائمہ اطہار مقصود ہو بلا شبہ بہتر و مستحب و کار ثواب ہے۔حدیث میں ہے:"اذا کثرت ذنوبك فاسق الماء علی الماء تتناثر کما یتناثر الورق من الشجر فی الریح العاصف۔"جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو پانی پر پانی پلا، گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔ اسی طرح کھانا کھلانا لنگر بانٹنا بھی مندوب و باعث اجر ہے۔حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:"ان اللہ عزوجل یباھی وملائکتہ بالذین یطعمون الطعام من عبیدہ۔" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں فرشتوں کے ساتھ مباہات فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسا اچھا کام کر رہے ہیں) لنگر لٹانا جسے کہتے ہیں کہ لوگ چھتوں پر بیٹھ کر روٹیاں پھینکتے ہیں۔کچھ ہاتھوں میں جاتی ہیں کچھ زمین پر گرتی ہیں، پاؤں کے نیچے آتی ہیں یہ منع ہے کہ اس میں رزق الٰہی کی بے تعظیمی ہے۔بہت علما نے تو روپیوں پیسوں کا لٹانا جس طرح دولہن دولہا کی نچھاور میں معمول ہے فرمایا ہے کہ روپیہ پیسہ کو اللہ عزوجل نے خلق کی حاجت روائی کے لئے بنایا ہے تو اسے پھینکنا نہیں چاہئے پھر روٹی کا پھینکنا تو سخت بیہودہ ہے۔(فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۸۸، نصف اوّل، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، ممبئی)

بہار شریعت میں ہے''ماہ محرم میں دس دنوں تک خصوصاً دسویں کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور دیگر شہداے کربلا کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔کوئی شربت پر فاتحہ دلاتا ہے۔کوئی شیر برنج پر کوئی مٹھائی پر، کوئی روٹی گوشت پر

جس پر چاہو فاتحہ دلاؤ جائز ہے ان کو جس طرح ایصال ثواب کرو مندوب ہے۔ بہت سے پانی اور شربت کی سبیل لگاتے ہیں، جاڑوں میں چائے پلاتے ہیں کوئی کھچڑا پکواتا ہے جو کار خیر کرو اور ثواب پہنچاؤ ہو سکتا ہے۔ ان سب کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔" اھ (بہار شریعت، ج:۴، ح:۱۶، ص:۲۴۴)۔

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "ایصال ثواب سنت ہے صدقہ کرنا سنت ہے، قرآن عظیم کی تلاوت برائے ایصال ثواب سنت ہے، دعا سنت ہے۔" اھ (فتاویٰ مصطفویہ، ص:۴۸۶)

فتاویٰ اجملیہ میں ہے: "عشرۂ محرم میں حضرات شہدائے کربلا کے لئے سبیلیں کرنا، مٹھائی، کھانے کھلانا یا تقسیم کرنا بلاشک جائز اور فعل ثواب ہے۔ (فتاویٰ اجملیہ، ج:۴، ص:۸۹)

جنتی زیور میں ہے: "محرم میں دس دنوں تک خصوصاً عاشورا کے دن شربت پلا کر کھانا کھلا کر شیرینی پر، کھچڑا پکا کر شہدائے کربلا کی فاتحہ دلانا اور ان مقدس روحوں کو ثواب پہونچانا یہ سب جائز اور ثواب کے کام ہیں۔ اور ان چیزوں کا ثواب یقیناً شہدائے کربلا کی روحوں کو پہونچتا ہے اور اس فاتحہ و ایصال ثواب کے مسئلہ میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اہل سنت کے چاروں اماموں کا اتفاق ہے۔ (ہدایہ و شرح عقائد)

پہلے زمانوں میں فرقہ معتزلہ اور اس زمانے میں فرقہ وہابیہ اس مسئلہ میں اہل سنت کے خلاف ہیں اور فاتحہ و ایصال ثواب سے منع کرتے ہیں۔

تم مسلمانانِ اہل سنت کو لازم ہے کہ ہرگز ہرگز نہ ان کی باتیں سنو، نہ ان لوگوں سے میل جول رکھو ورنہ تم خود بھی گمراہ ہو جاؤ گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرو گے۔" اھ (جنتی زیور ص ۱۱۴)

محرم کا کھچڑا:۔ عاشورا کے دن کھچڑا پکانا فرض یا واجب نہیں ہے لیکن اس کے حرام وناجائز ہونے کی بھی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے بلکہ ایک روایت ہے کہ خاص عاشورا

کے دن کھچڑا پکانا حضرت نوح علیہ السلام کی سنت ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ جب طوفان سے نجات پاکر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہری تو عاشورا کا دن تھا آپ نے کشتی میں سے تمام اناجوں کو باہر نکالا تو فول (بڑی مٹر) گیہوں، جو مسور، چنا، چاول، پیاز سات قسم کے غلّے موجود تھے آپ نے ان ساتوں اناجوں کو ایک ہی ہانڈی میں ملا کر پکایا۔ چنانچہ حضرت شہاب الدین قلیوبی نے فرمایا کہ مصر میں جو کھانا عاشورا کے دن "طبیخ الحبوب" (کھچڑا) کے سے نام پکایا جاتا ہے اس کی اصل و دلیل یہی حضرت نوح علیہ السلام کا عمل ہے۔ (قلیوبی، بحوالہ جنتی زیور ص ۱۱۴)

حضرات گرامی قدر! وہابیہ، دیابنہ تو محرم کے کھچڑے اور سبیل کو حرام و ناجائز کہتے ہیں وہ اس لیے کہ اسے نواسۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ کریم سے نسبت ہوگئی۔ اس لیے حرام ہے۔ لیکن خود یہی لوگ ہندوؤں کے تہواروں میں پوری کچوری بڑے شوق سے کھاتے ہیں اور حرام و ناجائز کا فتویٰ نہیں آتا۔ حد تو یہ ہے کہ ان کے علما نے ہندوؤں کی پوری کچوری کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔ دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ۔

مسئلہ:۔ ہندو تہوار ہولی یا دیوالی میں اپنے استاذ یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاذ و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ درست ہے۔ فقط (فتاویٰ رشیدیہ ج دوم ص ۱۰۷)

محرم کا کھچڑا حرام اور ہولی، دیوالی کی پوری کچوری جائز۔ قرآن پاک میں ہے: الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت۔

اسی کی تصویر کشی شاعر نے اپنے اس شعر میں کی ہے۔

ان کو جائز ہے دیوالی کی کچوری پوری
ہم نے کھچڑا جو بنایا تو برا مان گئے

تعزیہ کے چڑھاوا کا حکم

تعزیہ کے سامنے چوک پر فاتحہ دینا جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز کی وقعت بڑھانا ہے لہٰذا اس طرح کی مٹھائیوں سے پرہیز کرنا چاہیئے اور تعزیہ کے سامنے چوک پر فاتحہ دینے سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''طعامے کہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں قل وفاتحہ ودرود خواندن متبرک می شود وخوردن بسیار خوب است۔'' اھ

یعنی جو کھانا کہ حسنین کریمین کو نیاز کریں اس پر فاتحہ، قل اور درود شریف پڑھنے سے تبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔'' اھ (فتاویٰ عزیزیہ ج:۱،ص:۷۵)

نیز اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

اگر مالیدہ وشیر برائے فاتحہ بزرگے، بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخوراند جائز است مضائقہ نیست۔'' اھ

اگر مالیدہ اور چاولوں کی کھیر کسی بزرگ کے فاتحہ کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔'' اھ (فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱،ص:۴۱)

چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ''اگر فاتحہ کسی بزرگ کے نام کیا گیا تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔ البتہ تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا اور مٹھائی وغیرہ نہیں کھانا چاہیئے۔'' اھ (فتاویٰ عزیزیہ، ج:۱،ص:۵۰،۸۵)

مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

(۱) ''حضرت امام کی نیاز کھانی چاہیئے اور تعزیہ کا چڑھا ہوا کھانا نہ چاہیئے''۔

(۲) پھر دو سطر بعد فرماتے ہیں: ''تعزیہ چڑھانے سے حضرت امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز نہیں ہو جاتی اور اگر نیاز دے کر چڑھائیں یا چڑھا کر نیاز دلائیں تو اس کے کھانے سے احتراز چاہیئے۔‘‘ (رسالہ تعزیہ داری، ص:۵)

(۳) فتاویٰ رضویہ میں ہے: ’’تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے اگرچہ حرام نہیں ہو جاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز شرعی کی وقعت بڑھانے اور اس کے ترک میں اس سے نفرت دلانی ہے لہٰذا نہ کھائی جائے۔‘‘ اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۴۴، نصف آخر) نیز اسی میں ہے ’’فاتحہ جائز ہے روٹی شیرینی، شربت جاہے جس پر ہو مگر تعزیہ پر رکھ کر یا اس کے سامنے ہونا جہالت ہے اور اس پر چڑھانے کے سبب تبرک سمجھنا حماقت ہے ہاں تعزیہ سے جدا جو خالص سچی نیت سے حضرات شہدائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نیاز ہو وہ ضرور تبرک ہے۔‘‘ اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۴۴، نصف آخر)

(۴) نیز اسی کے صفحہ ۱۶۵، پر ہے ’’تعزیہ اور باجا اور مرثیہ کی مجلسیں اور تعزیہ کا چڑھاوا یہ سب ناجائز و بدعت و گناہ ہیں۔‘‘ اھ

(۵) حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ’’شربت وغیرہ بغرض ایصال ثواب فاتحہ دلانا جائز ہے اور ان چیزوں کو بطور تبرک تقسیم کرنا بھی جائز مگر تعزیہ یا علم کے سامنے فاتحہ نہ دینا چاہیئے بلکہ مکان پر یا مسجد میں فاتحہ دلوائے۔‘‘ (فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ص ۱۸۵)

(۶) فتاویٰ ملک العلما میں ہے ’’فاتحہ امام ہمام و دیگر شہدائے کرام و اولیائے عظام و سائر اہل اسلام کھچڑا، مالیدہ، پر ہو یا کسی اور کھانے کپڑے وغیرہ پر یا تنہا فاتحہ ہر طرح جائز و مندوب و موجب اجر ہے مگر وہ فاتحہ تعزیہ کی نہ ہو کہ تعزیہ کو ثواب پہنچانے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ نہ تعزیہ رکھ کر ہو کہ یہ محض فضول قرآن شریف کے ساتھ اسائت ادب ہے۔ خصوصاً جب کہ تعزیہ میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہوں کہ اس میں قرآن شریف کی زیادہ بے حرمتی اور نزول رحمت سے بالکل اجنبی۔‘‘ اھ (فتاویٰ ملک العلما، ص:۲۶۳)

(۷) حضرت مفتی سید افضل حسین علیہ الرحمۃ والرضوان سابق مفتی منظر اسلام بریلی شریف رقم طراز ہیں: ''نذر و نیاز شربت کھچڑا وغیرہ پر جائز ہے مگر تعزیہ اور تخت کے پاس نہ لے جائیں۔'' (فتاویٰ منظر اسلام نمبر تیسری قسط، ص: ۲۳۸)

(۸) فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: ''چوک پر یا تعزیہ کے سامنے شیرینی وغیرہ رکھ کر فاتحہ کرنا جائز نہیں۔'' اھ (فتاویٰ فیض الرسول ج:۲، ص:۵۶۴)

(۹) جامع معقول و منقول حضرت مفتی محمد قدرت اللہ صاحب رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''جب مروجہ تعزیہ داری ہی بدعت و ناجائز ہے تو اس کے پاس یا سامنے فاتحہ کرانا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ شیرینی یا شربت یا کھانا وغیرہ کی جسے بھی حضرت شہیدان کرب و بلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام کی نیاز دلانی ہو وہ اپنے گھر ہی نیاز دلائے اور اس کے برکات کا امیدوار رہے تعزیہ کے پاس لے جا کر ایک ممنوع اور ناجائز چیز کا اعزاز نہ بڑھائے اس طرح کے امور سے متعلق امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں افعال مذکورہ (تعزیہ بنانا اس پر نذر و نیاز کرنا وغیرہ) جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہے بدعت سیئہ و ممنوع و ناجائز۔'' (مجریہ تاریخ ۲۱ر صفر المظفر ۱۴۲۱ھ)

(۱۰) محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی برکاتی تحریر فرماتے ہیں: ''تعزیہ کو روضۂ امام یا قبر امام تصور کر کے وہاں فاتحہ پڑھنا، وہاں فاتحہ دینا دلانا جائز نہیں۔ جو لوگ ایسا کریں یا کرائیں وہ گنہگار ہیں۔'' اھ (مجریہ تاریخ ۸ر محرم الحرام ۱۴۲۷ھ)

(۱۱) حضرت مفتی محمد ابرار احمد امجدی صاحب رقم طراز ہیں: ''عوام جو اپنے ہاتھوں چوکا بناتے ہیں اور اس پر تعزیہ رکھتے ہیں پھر اسی چوکا پر اشیاء خوردنی

رکھ کر نیاز کرتے اور کراتے ہیں جسے تعزیہ کا چڑھاوا کہتے ہیں یہ ناجائز ہے "۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

عاشورہ کی تحقیق

مونث کا صیغہ فاعولاء کے وزن پر "عشر" بمعنی دس سے مشتق ہے ۔ یہ عاشرہ سے معدول ہے ۔ یہ اصل میں اللیلۃ کی صفت ہے ۔ یوم کی اس طرف جب اضافت ہوتی ہے تو اس کا مطلب "یوم اللیلۃ العاشوراء" ہوتا ہے ۔ لیکن جب اس کو معنیٰ صفت سے نقل کر کے معنیٰ اسمیت کی طرف لائے تو اللیلۃ کو حذف کر دیا اور یوم عاشورہ کہنے لگے ۔ اور ایسا تخفیفاً کیا گیا ہے ۔

فاعولاء کے وزن پر چند ہی کلمات آتے ہیں، ضارورۃ بمعنیٰ ضراء سارورۃ بمعنیٰ سراء ۔ والولۃ بمعنیٰ والۃ ۔ خابورۃ ۔ ایک جگہ کا نام ہے ۔ عاشوراء ہمزہ اور مد کے ساتھ اور عاشورا بغیر ہمزہ و مد کے دونوں طرح آیا ہے ۔ خلیل نے کہا کہ عاشورہ عبرانی زبان کا لفظ ہے ۔ مگر جمہرہ نے کہا کہ یہ خالص عربی اور اسلامی لفظ ہے ۔ زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ مستعمل نہیں تھا ۔ لیکن اسے اسلامی کہنا صحیح نہیں ۔ احادیث میں آیا ہوا ہے کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے ۔

(نزہۃ القاری، ج:۵، ص:۱۳۳، مطبوعہ دائرۃ البرکات، گھوسی)

عاشورہ کی وجہ تسمیہ

عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علما کا زبردست اختلاف ہے ۔ اکثر علما کا قول ہے کہ چوں کہ یہ محرم کا دسواں دن ہوتا ہے ۔ اس لئے اس کو عاشورا کہا گیا ۔ بعض

کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بزرگیاں دنوں کے اعتبار سے امت محمدیہ کو عطا فرمائی ہیں اس میں یہ دن دسویں بزرگی ہے اسی مناسبت سے اس کو عاشورا کہتے ہیں۔ بعض علما نے کہا کہ یوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس روز دس پیغمبروں پر ایک ایک عنایت خاص فرمائی کل دس عنایتیں ہوئیں۔

اور حضرت علامہ عینی علیہ الرحمۃ والرضوان عاشورہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"لم سمی العاشر العاشوراء اختلفوا فیه فقیل لانه عاشر المحرم وهذا ظاهر.وقیل لان الله تعالیٰ اکرم فیه عشرة من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام بعشر کرامات.(الاوّل)موسیٰ علیه السلام فانه نصر فیه وفلق البحر له وغرق فرعون وجنوده (الثانی) نوح علیه السلام استوت سفینته علی الجودی، (الثالث)یونس علیه السلام انجی فیه من بطن الحوت :(الرابع)فیه تاب الله علیٰ آدم علیه الصلوٰة والسلام قالهٔ عکرمة .(الخامس)یوسف علیه السلام فانه اخرج من الجب فیه.(السادس)عیسیٰ علیه السلام فیه تاب الله علیه.(الثامن)ابراهیم علیه السلام فانه ولد فیه.(التاسع)یعقوب علیه السلام فیه رد بصره.(العاشر)نبینا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فیه غفرلهٔ ماتقدم من ذنبه وماتأخر هکذا ذکروا عشرة من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام (قلت)ذکروا بعضهم من العشرة ادریس علیه السلام فانه رفع الیٰ مکان فی السماء وایوب علیه السلام فیه کشف الله ضره وسلیمان

عليه السلام فيه اعطى الملك."اھ

یعنی اس دن کو یوم عاشورہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء کرام علیہم السلام کو دس کرامات سے نوازا۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دن کامیاب کیا کہ ان کے لئے دریا چیرا اور فرعون اور اس لشکر کو اس میں غرق کردیا۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس دن جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

(۳) حضرت یونس علیہ السلام نے اس دن مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی۔

(۴) حضرت آدم علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی۔

(۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اس دن کنوئیں سے نکالا گیا۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو آسمان پر اُٹھایا گیا۔

(۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی۔

(۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے۔

(۹) حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس دن بینائی لوٹ آئی۔

(۱۰) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی مغفرت کا اعلان اس دن کیا گیا۔

علامہ عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بعض علما نے ذکر کیا ہے کہ اس دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھایا گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دن بیماری سے شفا پائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسی دن بادشاہت دی گئی۔" اھ (عمدۃ القاری، ج:۱۱، ص:۱۱۷)

دس انبیائے کرام کے ساتھ دس انعامات کے خاص کردینے کے تعلق

سے شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: یہ ''وجہ تسمیہ صحیح نہیں اس لئے کہ انحصار درست نہیں۔ دوسرے انبیاے کرام پر بھی اسی تاریخ میں خصوصی نوازش ہوئی ہے۔'' اھ

(ملخصاً، نزہۃ القاری، ج:۵، ص:۱۳۵)

حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''محرم کا مہینہ نہایت مبارک مہینہ ہے خاص کر عاشورہ کا دن بہت ہی مبارک ہے کہ دسویں محرم جمعہ کے دن حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے زمین پر تشریف لائے، اسی تاریخ اور اسی دن میں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے باہر تشریف لائے، اور اسی تاریخ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی اور فرعون غرق ہوا۔ اسی دن اور اسی تاریخ میں سید الشہدا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کربلا کے میدان میں شہادت پائی اور اسی جمعہ کے دن اور غالباً اسی دسویں محرم کو قیامت آئے گی غرضیکہ جمعہ کا دن اور دسویں محرم بہت مبارک دن ہے اسلام میں سب سے پہلے صرف عاشورہ کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان شریف کے روزہ سے اس روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی مگر اس دن کا روزہ اب بھی سنت ہے لہٰذا ان دنوں میں جس طرح نیک کام کرنے کا ثواب زیادہ ہے اسی طرح گناہ کرنے کا عذاب بھی۔'' اھ (اسلامی زندگی، ص:۶۶)

علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''محرم کی دسویں تاریخ جس کا نام روز عاشورہ ہے دنیا کی تاریخ میں یہ بڑا ہی عظمت و فضیلت والا دن ہے۔ یہی وہ دن ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں سلامتی کے ساتھ ''جودی'' پہاڑ پہ پہونچی، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن آپ علیہ السلام کو خلیل اللہ کا

لقب ملا اور اسی دن آپ علیہ السلام نے نمرود کی آگ سے نجات پائی۔ یہی وہ دن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملی، یہی وہ دن ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بلائیں ختم ہوئیں، یہی وہ دن ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گیے، یہی وہ دن ہے کہ بنی اسرائیل کے لیے دریا پھٹ گیا اور فرعون لشکر سمیت دریا میں غرق ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے زندہ وسلامت باہر تشریف لائے، اسی دن حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقا نے میدانِ کربلا میں جامِ شہادت نوش فرما کر حق کے پرچم کو سربلند فرمایا" اھ (جنتی زیور ص ۱۱۲)

عاشورہ کون سا دن ہے؟

اس بارے میں اختلاف ہے کہ عاشورا کون سا دن ہے۔ ۹ رمحرم الحرام یا ۱۰ رمحرم الحرام یا ۱۱ رمحرم الحرام راجح اور مشہور یہی ہے کہ دس محرم الحرام ہے۔ اور اسی پر اشتقاق بھی دلالت کرتا ہے یہی جمہور اور عامہ صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے۔ صحابۂ کرام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے کہ عاشورہ محرم کی نویں تاریخ ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف ج:۱،ص:۳۵۸، باب صوم عاشورہ ابوداؤد ج:۱،ص:۳۳۲، باب صوم عاشوراء، ترمذی ج:۱،ص:۹۴، باب عاشورہ ای یوم هو۔ میں ہے۔

حکیم ابن اعرج نے کہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور وہ زمزم شریف سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا بتائیے یوم عاشورہ کون سا دن ہے؟ فرمایا جب تو محرم کا چاند دیکھ لے تو دنوں کو گن جب نویں تاریخ کو تو صبح کرے تو روزہ رکھ میں نے عرض کیا۔ کیا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی روزہ رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ''ہاں
''اھ (غنیۃ الطالبین، ص: ۴۲۹)

لیکن ان کا یہ قول عاشورہ کے بارے میں وارد عام احادیث کے معارض ہے۔ عام احادیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشورے کو روزہ رکھتے تھے۔ اخیر عمر شریف میں فرمایا کہ میں آئندہ سے ۹ کو بھی روزہ رکھوں گا ۔ یہود کی مخالفت کروں گا مگر اسی سال حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور نویں کا روزہ نہیں رکھا۔

علامہ عینی نے یہ توجیہہ کی ہے کہ چونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزم فرمالیا تھا کہ سال آئندہ ۹ کو بھی روزہ رکھوں گا اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا۔ اور امام قاضی عیاض نے یہ توجیہہ کی۔ مراد یہ ہے کہ ۹ (نو) اور ۱۰ (دس) کو ساتھ ساتھ روزہ رکھا۔

محبّ طبری نے تفسیر فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے نقل کیا کہ عاشورہ گیارہو یں تاریخ ہے۔ عاشورہ کا روزہ مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ نو اور دس دونوں کو روزہ رکھے۔ اس میں ایک تو یہود کی مخالفت ہے۔

اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دونوں دن روزہ رکھنے میں واقع میں عاشورہ کا دن ملنا نسبتاً متیقن ہے اسی بنا پر ابو اسحٰق نے فرمایا کہ گیارہویں کو بھی روزہ رکھے۔
بعض علما نے کہا کہ صرف دس تاریخ کو روزہ رکھنا۔ تشبہ بالیہود کی وجہ سے مکروہ ہے جیسا کی محیط اور بدائع وغیرہ میں ہے۔ لیکن صحیح یہ کہ مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھا اور عاشورے کا دن شرعاً با فضیلت ہے۔ (نزہۃ القاری، ج: ۵، ص: ۱۳۴)

عاشوراء کے اعمال و وظائف

عاشورہ کے دن اور رات کی فضیلت واہمیت احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابن عباس قال ان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قدم المدينة فوجد اليهود صياماً يوم عاشوره فقال لهم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ماهذا اليوم الذى تصومونه فقالوا هذا يومٌ أنجى الله فيه موسىٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسىٰ شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فنحن أحق واولىٰ بموسىٰ منكم فصامه رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأمر بصيامه۔" اھ

(یعنی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ تو ان سے فرمایا کہ آج کون سا دن ہے کہ اس میں تم روزہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دیا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا تھا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کے طور پر روزہ رکھا تھا۔ اس لیے ہم اس دن سے روزہ رکھتے ہیں۔ تو حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں اور موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔" اھ

(مشکوۃ شریف، ص:۱۸۰)

(۲)عن عبد الله بن عباس يقول حين صام رسول الله تعالیٰ عليه وسلم يوم عاشوره وامر بصيامه قالوايا رسول الله انه يوم يعظمه اليهود والنصاریٰ فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فاذاكان العام المقبل ان شاء الله صمنا ليوم التاسع قال فلم يأت العام المقبل حتی توفی رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ۔اھ

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جس وقت رسول پاک ﷺ نے عاشورہ کے دن کو روزہ رکھا اور دوسروں کو اس کے روزہ کا حکم دیا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصاریٰ اس کی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان شاء اللہ آئندہ سال ہم نویں کو بھی روزہ رکھیں گے۔ راوی حدیث فرماتے ہیں کہ آئندہ سال آنے کے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ اس دار فانی سے وصال ظاہری فرما گئے۔'' اھ (مسلم شریف، ج:۱، ص:۳۵۹)

(۳)عن عمر أنه ارسل الی الحارث ابن هشام ان غداً يوم عاشوره فصم وامر اهلك ان يصوموا۔'' اھ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حارث ابن ہشام کی طرف (خبر یا رقعہ) بھیجا کہ کل یوم عاشورہ ہے لہٰذا خود بھی روزہ رکھو اور گھر والوں کو روزہ رکھنے کا حکم دو۔'' اھ (کنز العمال، ج:۸، ص:۶۵۵)

(۴)عن ابی قتادہ قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم صيام يوم عاشوره انی احتسب علی الله ان يكفر السنة التی قبله۔اھ

یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں

بکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔'' اھ

(مسلم ج:۱،ص:۳۶۷،ابن ماجہ ج:۲،ص:۱۲۵)

مجدد اعظم امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''عشرۂ محرم کے روزے بہت ثواب نہایت افضل ہے۔حدیثوں میں ان کی فضیلت ارشاد ہوئی ہے خصوصاً دسویں محرم کا روزہ کہ سال بھر کے روزوں کے برابر ثواب ہے اور ایک سال کے گناہوں کی معافی ہے۔'' اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۴۴،نصف آخر)

(۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من صام اول جمعة من المحرم غفرله ماتقدم من ذنبه، ومن صام ثلاثة ايام من المحرم الخمسين والجمعة والسبت كتب الله له عبادة تسع مائة عام۔" اھ

یعنی جو محرم کے پہلے جمعہ مبارک کا روزہ رکھے اس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو محرم کے تین دن یعنی جمعرات، جمعہ ہفتہ کے روزے رکھے۔اللہ تعالیٰ اس کے لئے ۹ رسو سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے۔'' اھ

(نزہۃ المجالس ج:۱،ص:۱۷۶،بحوالہ شام کربلا،ص:۲۸۷)

(۶) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من صام يوم عاشوره ورث الفردوس الاعلىٰ۔" اھ

یعنی جو محرم کے پہلے دس دنوں کے روزے رکھے وہ فردوس اعلیٰ کا وارث ہو جاتا ہے۔'' اھ (نزہۃ المجالس ج:۱،ص:۱۷۷،بحوالہ شام کربلا،ص:۲۸۸)

(۷) نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "من صلى يوم عاشوره اربع ركعات يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وقل

هوالله احد احدی عشرمرة غفرالله له ذنوب خمسین عاماً و بنی له منبرامن نور۔"اھ

جو عاشورہ کے دن چار رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ "قل هوالله احد" پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے لئے نور کا منبر بناتا ہے۔اھ (نزہۃ المجالس، ج:۱،ص:۱۷۸، بحوالہ شام کربلا،ص ۲۸۸)

(۸) اور رحمت دوعالم صلی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:" من وسع علی عیاله واهله یوم عاشوره وسع الله علیه سائر سنة۔"اھ

یعنی جو عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے (طعام وغیرہ کی) اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرماتا ہے۔" اھ (نزہۃ المجالس، ج:۱،ص:۱۷۸، بحوالہ شام کربلا،ص،۲۸۹)

حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عاشورا کے دن دس چیزوں کو علما نے مستحب لکھا ہے بعض عالموں نے ان کو ارشاد نبوی کہا ہے اور بعضوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتایا ہے۔ بہرحال یہ سب اچھے اعمال ہیں لہٰذا ان کو کرنا چاہئے۔

(۱) روزہ رکھنا (۲) صدقہ کرنا (۳) نماز نفل پڑھنا (۴) ایک ہزار مرتبہ "قل ھواللہ احد" پڑھنا (۵) علما کی زیارت (۶) یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا (۷) اپنے اہل وعیال کے رزق میں وسعت کرنا (۸) غسل کرنا (۹) سرمہ لگانا (۱۰) ناخن تراشنا۔

اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ان دس چیزوں کے علاوہ تین چیزیں اور بھی ہیں۔ (۱) مریضوں کی بیمار پرسی کرنا (۲) دشمنوں سے ملاپ (۳) دعاے عاشورا پڑھنا" اھ (جنتی زیور ص ۱۱۳)

Scanned by CamScanner

عاشوراء کے دن چار رکعت نماز کی فضیلت

پیر پیراں میر میراں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:
''جس نے عاشورہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ میں سورۂ فاتحہ اور پچاس بار سورۂ اخلاص پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس گزشتہ کے اور پچاس برس آئندہ کے گناہ معاف فرمائے گا۔ ملأ اعلیٰ میں اس کے لئے نور کے ہزار محل تعمیر کرائے گا اور حدیث میں چار رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ مذکور ہیں۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، سورہ زلزال، سورۂ کافرون مذکور ہے۔'' اھ
(غنیۃ الطالبین، ص: ۴۲۷)

عاشورا کی تعظیم کے سبب ایک نصرانی آغوش اسلام میں

امام عبداللہ یافعی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ شہر ''رے'' تہران میں ایک بڑا امیر قاضی تھا۔ اس کے پاس عاشورے کے دن ایک فقیر آیا اور اس نے قاضی سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے۔ میں ایک فقیر اہل وعیال والا ہوں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اس دن کی حرمت وعزت کے صدقے میں مجھے دس من آٹا، پانچ من گوشت اور دو درہم دے۔ قاضی نے ظہر کے وقت دینے کا وعدہ کیا وہ فقیر ظہر کے وقت آیا۔ قاضی نے کہا عصر کے وقت دوں گا۔ جب عصر کا وقت آیا تو اس نے فقیر کو ٹال دیا اور کچھ بھی نہ دیا۔ فقیر شکستہ دل ہو کر چلا راستے میں ایک نصرانی اپنے مکان کے دروازے میں بیٹھا ہوا تھا۔ فقیر نے اس سے کہا۔ اس دن کی عزت وحرمت کے صدقہ میں مجھے کچھ عطا کیجئے۔ نصرانی نے کہا اس دن کی خصوصیت کیا ہے؟ فقیر نے اس دن کی عزت وحرمت بیان کی اور بتایا کہ یہ دن فرزند رسول، دل بند بتول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا دن ہے۔ تو نصرانی نے فقیر سے کہا کہ تم نے

اپنی حاجت کے سلسلے میں بہت بڑے عظیم دن کی حرمت کا واسطہ اور قسم دی۔ لہٰذا اپنی حاجت بیان کرو۔ فقیر نے وہی آٹے، گوشت اور درہموں کا سوال کیا۔ نصرانی نے دس بوری گندم ڈھائی من گوشت اور بیس درہم دے کر کہا کہ یہ تیرے اور تیرے عیال کے لئے ہے اور جب تک میں زندہ رہوں اس ماہ کے اس دن کی کرامت کی وجہ سے ہر سال اتنا لے جایا کرو۔ فقیر یہ سب کچھ لے کر اپنے گھر چلا گیا جب رات ہوئی اور وہ قاضی سویا تو اس نے خواب میں ہاتف غیبی سے سنا کہ اپنا سر اُوپر اُٹھا کر دیکھو قاضی نے سر اُٹھا کر دیکھا تو دو محل تھے۔ ایک کی دیواریں سونے چاندی کی تھیں اور دوسرا سرخ یاقوت کا۔ قاضی نے کہا۔ یاالٰہی یہ دونوں محل کس کے ہیں؟ اس کو بتایا گیا یہ دونوں تیرے لئے تھے اگر تو فقیر کی حاجت پوری کر دیتا، تو جب تو نے اس کو رد کر دیا تو اب یہ دونوں محل فلاں نصرانی کے ہو گئے ہیں۔ قاضی گھبرا کر نیند سے چونک پڑا اور ہائے وائے کرنے لگا۔ صبح کو نصرانی کے پاس آ کر کہا تو نے گزشتہ رات کیا نیکی کی ہے؟ تو اس نے یہ وجہ سوال پوچھی۔ قاضی نے اپنا خواب بتایا اور کہا کہ تو اپنی اس اچھی نیکی کو جو تو نے فقیر کے ساتھ کی ہے۔ میرے ہاتھ سو ہزار درہم کے عوض بیچ دے نصرانی نے کہا، اگر کوئی زمین بھر درہم دے تب بھی میں اس کو نہ بیچوں گا۔ یہ کتنا اچھا معاملہ رب کریم کے ساتھ ہوا ہے۔ یہ کہہ کر وہ نصرانی کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور کہا بلاشبہ یہ دین سچا ہے۔" اھ (روض الریاحین، ص:۱۵۱، بحوالہ شام کربلا، ص:۲۹۰)

جنتی حور اور حلہ

حضرت شیخ عبدالرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف نزہۃ المجالس میں ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں: ''مصر میں ایک شخص رہتا تھا جس کے پاس صرف ایک کپڑا تھا۔ جو اس کے بدن پر تھا۔ اس نے عاشورے کے دن حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی۔ وہاں کا دستور یہ تھا کہ عورتیں عاشورے کے دن اس مسجد میں دعا کے لئے جایا کرتی تھیں۔ ایک عورت نے اس شخص سے کہا ''اللہ کے نام پر کچھ میرے بال بچوں کے لئے دے دیجئے'' اس شخص نے کہا اچھا میرے ساتھ چلو۔ گھر پہنچ کر اس نے اپنے بدن سے کپڑا اُتارا اور دروازے کی دراڑ سے اس عورت کو دے دیا۔ عورت نے دعا دی "البسك اللّٰه من حلل الجنة" اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے حلے پہنائے۔

اس شخص نے اسی رات ایک نہایت خوب صورت حور دیکھی جس کے ہاتھ میں ایک عمدہ، خوشبودار سیب تھا۔ حور نے اس سیب کو توڑا تو اس میں سے ایک حلہ نکلا۔ اس شخص نے حور سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تیری جنت کی بیوی عاشورہ ہوں۔ پھر وہ شخص نیند سے بیدار ہوگیا اور سارے گھر کو خوشبو سے مہکتا ہوا پایا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی: "اللهم ان كانت من زوجتي حقافي الجنة فاقبضني اليك" یااللہ العالمین اگر واقعی وہ جنت میں میری بیوی ہے تو میری روح کو قبض کرلے اور مجھے اس کے پاس پہنچادے۔ خدائے تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور وہ اسی وقت انتقال کرگیا۔ اھ (نزہۃ المجالس، ج:۱، ص:۱۷۸، بحوالہ شام کربلا، ص:۲۸۹، خطبات محرم، ص:۴۶۱)

ایک عجیب وغریب حکایت

منقول ہے کہ ایک مرد مومن جو کفار کی قید میں تھا کسی طرح نجات پاکر قید سے نکل گیا کفار نے اس پر حملہ کر کے دوبارہ گرفتار کرنا چاہا عاشورا کا دن تھا اور یہ مرد مومن روزہ دار تھا۔ جب اس کو اپنی گرفتاری کا یقین ہو گیا تو اس نے یوں دعا مانگی کہ یا اللہ روز عاشورا کے صدقے میں مجھے ان کافروں سے نجات عطا فرما۔ فوراً دعا قبول ہوگئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو اندھا کر دیا اور یہ مرد مومن نجات پا گیا اور بھاگتے بھاگتے افطار کا وقت آ گیا اور یہ ایک ایسے میدان میں پہنچ گیا کہ وہاں روزہ افطار کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں مل سکی مجبوراً بھوکا پیاسا سو گیا پھر ناگہاں ایک فرشتہ آیا اور اس کو ایک گھونٹ پانی پلا کر روزہ افطار کرایا یہ مرد مومن اس واقعہ کے بعد بیس برس تک زندہ رہا مگر اس کو بھوک پیاس نہیں لگی اور کبھی کھانے پینے کی حاجت نہیں پڑی۔ (موسم رحمت، ص:۱۳۰)

عاشورے کا روزہ مستحب ہے

علماے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عاشورا کا روزہ نہ واجب ہے نہ سنّت ہے بلکہ مستحب جیسا کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

"اتفق العلما علی ان صوم یوم عاشوراء سنة ولیس بواجب واختلفوافی حکمه فی اوّل الاسلام ،فقال ابو حنیفةکان واجباً واختلف اصحاب الشافعی علی وجهین اشهر هما انهٗ لم یزل سنة من حین شرع ولم یك واجباً قط لهذا الامة لکنهٖ کان مؤکده الاستحباب فلما نزل صوم رمضان صار مستحبادون ذلك الاستحاب والثانی کان واجباً

كقول ابى حنيفة وقال عياض كان بعض السلف
يقول كان فرضاوهو باق على فريضه لم ينسخ قال
ونقرض القائلون بهذا وحصل الاجماع على انه ليس
بفرض انما هو مستحب۔"اھ

یعنی علما کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشورہ کا روزہ سنّت ہے واجب نہیں ہے۔ البتہ اختلاف ہے کہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے عاشورہ کا روزہ واجب تھا یا سنّت؟ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ واجب تھا اور اصحاب شافعی کا اس میں دو قول ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ اس وقت بھی سنّت ہی تھا جیسا کہ اب ہے۔ کبھی واجب نہیں تھا۔ البتہ پہلے موکدہ تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو تاکد جاتا رہا اور مستحب ہوگیا۔ دوسرا قول اصحاب شافعیہ کا یہ ہے کہ یہ قول ساقط الاعتبار ہے اب اس پر امت کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب ہے۔"اھ (عمدۃ القاری، ج:۱۱،ص:۱۱۸، ارشاد الساری، ج،ص:۱۰۶)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

ويستحب ان يصوم يوم عاشوراء يصوم يوماً قبله اويوما بعده ليكون مخالفاً لاهل الكتاب۔"اھ (ج:۱،ص:۲۰۶)

فتاویٰ رضویہ میں ہے "سب دنوں سے افضل روز عاشورہ یعنی دہم محرم کا روزہ ہے اس میں ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "من صام عاشوراء غفرله سنة رواه الطبراني وسنده حسن فى معجمه الاوسط عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنهٗ۔ " محرم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے۔ الطبرانى الكبير والصغير عن ابى عباس رضى الله تعالىٰ عنهما بسند الاباس عن ابى صلى الله تعالى عليه وسلم "من صام يومامن المحرم فله بكل يوم ثلثون

حسنة۔" اھ مخلصاً (فتاوی رضویہ، ج:۴، ص۶۵۹)۔

واضح رہے کہ حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اس کو صوم نفل کے بیان میں ذکر کیا ہے اور نفل کی دو قسمیں ہیں۔ نفل مسنون، نفل مستحب، جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "نفل دو ہیں مسنون نفل مستحب جیسے عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اور اس کے ساتھ نویں کا بھی۔" اھ

(بہار شریعت، ج:۱، ص:۹۹)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیٔ رسول ہیں اور صحابی اس خوش نصیب مسلمان کو کہتے ہیں کہ جس نے ایمان کی حالت میں رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف ملاقات حاصل کیا اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا۔ حضرت شیخ محدث ولی الدین رازی عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کرنے والے چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصر فہرست مرتب کی ہے اسی فہرست میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

معاوية بن ابى سفيان القرشى الاموى كان هو وابوه من مسلمة الفتح وهو احد الذين كتبوالرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وروى عنه ابن عباس وابوسعيد رضى الله تعالىٰ عنهم۔

ترجمہ: یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاندان قریش قبیلۂ بنی اُمیہ میں سے ہیں آپ اور آپ کے والد ماجد حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہوئے آپ بارگاہِ رسالت کے کاتب بھی تھے حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت ابوسعید

خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ سے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنی ہیں "اھ (مشکوٰۃ،ص:۶۱۷)۔

صحابۂ کرام کی قرآن وحدیث میں بڑی فضیلتیں آئی ہیں۔ان میں سے کچھ آیات واحادیث واقوال فقہاوائمہ کو آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آیات کریمہ

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل ومناقب متعدد سورتیں اعلان کررہی ہیں اوران کے مرتبے اور درجے کو اُجاگر کرہی ہیں چنانچہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی " ترجمہ:اوران سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرماچکا" (کنزالایمان) (آیت سے متصل پ:۲۷،ع:۱۷)

اور پ:۱۱،ع:۱،میں ہے"رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّلَہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔"ترجمہ:اللہ ان سے راضی اوروہ اللہ سے راضی اوران کے لئے تیارکررکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔(کنزالایمان)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اوراحادیث طیبہ

صحابۂ کرام کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔جن میں سے چندکاذکر یہاں پرکیاجاتا ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں:لاتسبوھم لعن اللہ سبّھم اھ یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوگالی نہ دواورنہ ہی ان کوبُرابھلاکہو۔جوشخص ان کوگالی دےاوربُرابھلاکہےاس پراللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔"

(الشرف المؤبد،ص:۱۰۲،بحوالہ خطبات محرم،ص:۲۹۹،مطبوعہ کتب خانہ امجدیہ دہلی)

نیز دوسری جگہ رسول کائنات ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: اکرموا اصحابی فانهم خیارکم۔ "یعنی میرے صحابہ کی عزت کرو اس لئے کہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں۔" اھ (مشکوٰۃ شریف، ص: ۵۵۴)۔

اور رسول کردگار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "اذا رأیتم الذین یسبون أصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم۔ "یعنی جب تم میرے صحابہ کو گالیاں دینے والوں کو دیکھو اور ان کو بُرا بھلا کہنے والے کو دیکھو تو کہو تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔" اھ

(مشکوٰۃ شریف ص: ۵۵۴)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات کریمہ اور احادیث طیبہ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بہ سبب خوف طوالت انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

رسول کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت کے جھوٹے اور مکار دعوے دار جوان کے محبوب صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ حضرات مذکورہ بالا آیات شریفہ اور احادیث طیبہ سے سبق حاصل کریں اور کسی صحابی کو گالی دینے اور بُرا بھلا کہنے سے باز آئیں ورنہ لعنت خدا اور رسول جل جلالہٗ و ﷺ کے مستحق ہوں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اقوال ائمہ

(۱) حدیث شریف میں ہے: "من سب اصحابی فعلیه لعنة الله و الملائکة والناس اجمعین۔ "یعنی جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اور انہیں، بُرا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث شریف کی شرح میں امام مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم ان صحابہ کو بھی شامل ہے جو قتل وقتال میں شامل ہوئے اس لئے کہ وہ

ان لڑائیوں میں مجتہد اور تاویل کرنے والے ہیں، لہٰذا انہیں گالی دینا گناہ کبیرہ اوران کو گمراہی یا کفر کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔''اھ

(برکات آل رسول، ص:۲۳۸)

(۲) حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام کو گالی دینے والا خدائے عزوجل اوراس کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کس قدر جری ہے اور دین کی کتنی کم پروا کرتا ہے۔ کیا اس خبیث نے اس پر خدا کی لعنت ہو یہ گمان کیا ہے کہ ایسے حضرات گالی کے مستحق ہیں اور وہ پاک وصاف تعریف کا مستحق ہے؟ ہرگز نہیں بخدا اس کے منہ میں پتھر ہونا چاہیئے۔ بلکہ جب اس کا یہ گمان ہو کہ یہ حضرات گالی کے مستحق ہیں تو ہمارا عقیدہ اس کے بارے میں یہ ہے کہ وہ جلائے جانے کا بلکہ اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔''اھ

(برکات آل رسول، ص:۲۸۳، از علامہ نبہانی ترجمہ شرف قادری)

(۳) حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں، صحابۂ کرام کو گالی دینا اوران کی تنقیص حرام ہے۔ اس کا مرتکب ملعون ہے،'' امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا''جس شخص نے کہا کہ کوئی ایک ان میں سے گمراہی پر تھا۔ اسے قتل کیا جائے گا اور جس نے اس کے علاوہ انہیں گالی دی اسے سخت سزا دی جائے گی۔''اھ (برکات آل رسول، ص:۲۸۳)

(۴) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ''القام الحجر''میں اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی بھی صحابی کو گالی دینے والا فاسق ہے۔ اگر اسے وہ حلال نہ جانے اور اگر وہ حلال جانے تو کافر ہے۔ اس لئے کہ اس توہین کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ یہ حرام اور فسق ہے اور حرام کو حلال جاننا کفر ہے جب کہ دین میں اس کا حرام جاننا بداہۃً معلوم ہو اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینے کی حرمت اسی طرح ہے۔''اھ (برکات آل رسول، ص:۲۸۲)

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شفا قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ومن یکون یطعن فی معاویۃ
فذاک من کلاب الھاویۃ

یعنی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ اھ (احکام شریعت، ج:۱، ص:۱۰۳)

مشکوٰۃ شریف میں ہے ''کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ حضرت امیر المؤمنین امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جب کہ وہ ایک رکعت وِتر پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: اَصَابَ اِنَّہٗ فَقِیْہٌ "یعنی انہوں نے ٹھیک کہا بے شک وہ فقیہ ہیں۔'' اھ (مشکوٰۃ ص:۱۱۲)

اسی حدیث کے تحت ''مرقاۃ المفاتیح'' میں ہے: ''یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہد ہیں وہ ثواب پائیں گے اگرچہ خطا کریں۔'' اھ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۲: ص ۱۶۰)

برادران اسلام! غور فرمائیں رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اجلہ صحابہ میں سے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے خاص ہیں کہ ان کے دشمن پر بہت سخت ہیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرتے ہیں اور انہیں فقیہ و مجتہد مانتے ہیں تو کتنے بدنصیب ہیں وہ حضرات جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے جا کلمات بولتے ہیں اور ان کی توہین و تنقیص کرتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیات کریمہ، احادیث طیبہ اور اقوال ائمہ جو مذکور ہوئے ان کو بار بار پڑھیں اور صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحابۂ کرام کی سچی محبت عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی اور ملعون کہنا کیسا ہے؟

قرآن مجید کی آیات اور احادیث کریمہ نیز اقوال ائمہ وعلما سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بارگاہ خدا میں بہت بڑی فضیلت ہے۔ ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی آخرت کو برباد کرنے کے لئے کافی ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابیٔ رسول ہیں۔ اس لئے جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی ملعون کہے وہ اہل سنت سے خارج گمراہ وبددین ہے اس کا یہ قول منجر الی الکفر ہے بلکہ جمہور فقہا کے طور پر کفر۔ ان کا صحابی اور مسلمان ہونا ثابت اور انہیں جہنمی اور ملعون کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص انہیں مسلمان نہیں جانتا اور حدیث میں ہے: "من قال لاخيه ياكفر فقدباء باحد هما۔" اس پر توبہ تجدید ونکاح لازم ہے۔ درغرر میں ہے: ومافيه خلاف يؤمر بالتوبة والاستغفار۔" اھ

(ماہنامہ اشرفیہ شمارہ اپریل ۱۹۹۹ء)

ایک ضروری انتباہ

عوام الناس میں یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر یزید کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ جنتی کے کاندھے پر جہنمی کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ من گڑھت، جھوٹ ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی حیات ظاہری میں یزید پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ آقائے دو جہاں ﷺ کے وصال کے پندرہ یا سولہ یا سترہ سال کے بعد پیدا ہوا علی اختلاف الروایت یزید کی پیدائش ۲۵ھ یا ۲۶ھ یا ۲۷ھ میں ہوئی۔ "بداية نهاية" جلد ثامن ۲۶۸ پر ہے: "ولد سنة خمس اوست اوسبع وعشرين۔" اھ جس نے مذکورہ بالا جملہ کہا اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔ بخاری وغیرہ تمام کتب میں یہ حدیث ہے جو چالیس پچاس صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے: "من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" یعنی جو دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔'' اھ

(ماہنامہ اشرفیہ شمارہ نومبر ۱۹۹۹ء، ماخوذ از فتویٰ شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ)

کیا یزید کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا ''رحمۃ اللہ علیہ'' لگانا جائز ہے؟

بہت سے یزیدی، یزید کے مرتبہ کو بڑھاتے ہوئے اس کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' یا رحمۃ اللہ علیہ'' لگاتے ہیں اور اس کی برأت ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ یزید کے فاسق وفاجر ہونے میں سب کا اتفاق ہے اور یہ بھی اہل سنت وجماعت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ یزید خلیفۂ برحق نہیں تھا۔ غاصب تھا۔ بہت سے علمانے بلکہ ائمہ مجتہدین میں سے بعض حضرات نے مثلاً امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کافر کہا ہے۔ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "فنحن لا نتوقف في شانه بل نتوقف في ايمانه لعنة الله عليه وعلى انصاره واعوانه." اھ یعنی ہم اس کے بارے میں شک نہیں کرتے بلکہ اس کے مومن ہونے میں شک کرتے ہیں۔ اس پر اور اس کے مددگاروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔'' اھ (شرح عقائد، ص: ۱۱۷)۔

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے کافر ہونے کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے مگر فاسق وفاجر ہونے پر جزم فرمایا ہے۔

یزید علیہ السلام کہنا بہر حال ممنوع ہے، انبیا وملائکہ کے علاوہ کسی پر بلا نبی کے توسط کے سلام پڑھنا یا لکھنا منع ہے۔

درمختار میں ہے: "واما السلام في معنى الصلوٰة فلا يستعمل في الغائب ولا يفرد به غير غير الانبيا فلا يقال عليه السلام

"(ترجمہ)

اور رہا سلام جو صلوٰۃ کے معنی میں ہے تو غائب کے لئے اس کا استعمال نہیں کیا جاسکتا اور مستقلاً غیر انبیا کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے لہٰذا غیر انبیا کو علیہ السلام نہیں کہا جاسکتا۔اھ

(درمختار، ج:۵،ص:۴۹۶)

السّلام عَلٰی نَبِیِّنا وَیزید۔ کہنا بھی ناجائز ہے۔ اس لئے کہ بہر حال یہ تعظیم کے اظہار کے لئے ہے اور فاسق وفاجر کی تعظیم حرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے:"قد وجب علیهم اهانته شرعاً"

اور مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:''یزید بے شک پلید تھا اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے اور اسے رحمۃ اللہ نہ کہے گا مگر ناصبی جو اہل بیت رسالت کا دشمن ہے۔ والعیاذ باللّٰہ تعالٰی "اھ

(فتاویٰ رضویہ ج:۶،ص:۱۰۴ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)۔

یزید پلید کا حکم

یزید کے فاسق وفاجر ہونے کے بارے میں ائمہ اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے البتہ اس کی تکفیر کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین اقوال ہیں:

چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے کافر کہا اور اس کا نام لے کر اس پر لعنت کی۔ اور امام غزالی علیہ الرحمہ وغیرہ مسلمان کہتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی لعنت وتکفیر سے سکوت اختیار فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر۔

مجدد اعظم سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں "یزید پلید علیه مایستحقه من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اهل سنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر" تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اجماع واتفاق ہے صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف

فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔ "فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ۔" کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک نہ ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں، شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبہ معظمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں ۔مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی ﷺ بے اذان ونماز رہی مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے غلاف کعبہ شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں ۔رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفےٰ ﷺ کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے، سر انور کہ محمد رسول ﷺ کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا حرم محترم مخدورات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد اور کیا ہوگا۔ ملعون ہے وہ جوان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنهم الله فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔ "فسوف یلقون غیا الا من تاب" اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں یہی احوط

واسلم ہے۔ مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے۔" اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج:۷، ۱۰۰ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنا جائز نہیں

نوفل ابن ابوالفرات کہتے ہیں: میں ایک روز اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ یزید کا کچھ ذکر آ گیا تو ایک شخص نے یزید کو امیر المؤمنین یزید بن معاویہ کہا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس شخص سے فرمایا کہ تو اسے امیر المؤمنین کہتا ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے اس شخص کو بیس کوڑے لگائے جائیں۔" اھ (تاریخ الخلفاء، ص: ۱۴۲)

واقعہ مذکورہ سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو یزید کی حمایت کرتے ہیں اور اسے امیر المؤمنین کہتے ہیں وہ لوگ یقیناً سزا کے مستحق ہیں۔ آج بھی اگر کوئی امیر المؤمنین ہوتا تو انہیں کوڑے ضرور لگواتا اور دردناک سزا دیتا۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ حق پر تھا اور معاذ اللہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر نہیں تھے بلکہ باغی تھے۔ تو جو شخص اس طرح کا ذہن رکھتا ہو یعنی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی اور یزید کو حق پر بتاتا ہو اور اُسے امیر المؤمنین کہتا ہو تو وہ مردود خارجی مستحق جہنم ہے۔

قانون شریعت میں ہے: "جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باغی کہے یا یزید کو حق پر بتائے وہ مردود خارجی مستحق جہنم ہے۔" اھ

(قانون شریعت، ج:۱، ص:۴۳)

حدیث قسطنطنیہ اور یزید پلید

بہت سارے یزیدی، یزید کے مقام کو بڑھاتے ہوے اسے جنتی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ بخشا بخشایا جنتی ہے۔ کیوں کہ بخاری شریف میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جاے گا“ لہٰذا حدیث پاک کی روشنی میں یزید کا جنتی ہونا ثابت کیوں کہ ۴۸ھ میں جو جنگ قسطنطنیہ ہوئی تھی اس میں یزید ایک دستے کا امیر تھا اس لیے یزید مغفور ہے اس کے سارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔

تو اس کے کئی جواب ہیں:

اوّلاً: یہ سراسر جھوٹ، غلط اور من گڑھت ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا جو شخص قسطنطنیہ فتح کرے گا وہ جنت میں جاے گا ایسی کوئی حدیث، حدیث کی کتاب میں نہیں جس نے بھی ایسا کہا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّداً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (مسلم شریف ج ۱، ص ۷)

ایسا کہنے والے پر توبہ فرض ہے۔

ثانیاً: حدیث شریف یہ ہے۔ ”اوّل جیش من أمتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم“ یعنی میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر چڑھائی کرے گا۔ اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اس وقت تک جتنے گناہ کیے ہوگا بخش دیے جائیں گے ایسا نہیں کہ جو بعد میں کرے گا وہ بھی بخشا جاے گا۔ اور یزید کی ساری شرارتیں، خباثتیں اس کے بعد ہوئیں جیسا کہ تفصیل آ رہی ہے۔

ثالثاً:۔ یہ کہ یزید اس لشکر کا امیر نہ تھا بلکہ ایک معمولی سپاہی تھا اور یہی محقق ہے۔

رابعاً:۔ قیصر کے شہر پر سب سے پہلا حملہ غزوۂ موتہ کے موقع پر آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ۸ھ میں ہوا تھا اور دوسرا حملہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا۔ اس وقت قیصر کا دارالسلطنت حمص تھا اور وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فتح ہوا اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا۔

یزید قسطنطنیہ کے جس جنگ میں شامل تھا وہ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں ہوئی اس سے پہلے قسطنطنیہ پر تین بار حملے ہو چکے تھے۔ اس لیے اس حدیث شریف کا مصداق یزید کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث شریف کو لے کر یزید کو مغفور یعنی بخشا بخشایا ہوا کہنا ہرگز صحیح نہیں۔

اب میں اہل سنت و جماعت کی دو اہم اور معتمد شخصیات کی تحقیقات پیش کر رہا ہوں جس سے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ یزید کے جنتی ہونے کے متعلق جو بکواسیں کی جاتی ہیں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: ’’یہ کسی کی جھوٹ من گڑھت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسطنطنیہ فتح کرے گا۔ وہ جنت میں جائے گا۔ بخاری شریف ہی کیا کسی بھی کتاب میں یہ حدیث نہیں جس نے اسے حدیث کہا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ قائل پر توبہ فرض ہے۔ اسی طرح یہ

بھی جھوٹ ہے کہ یزید نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ یزید پلید کی قسمت میں یہ کہاں کہ وہ کفار کا کوئی شہر تو بڑی چیز ہے کوئی دیہات بھی فتح کر لے۔ ہاں اس پلید نے بظاہر کربلا ضرور فتح کیا اور مدینہ طیبہ فتح کیا۔ ہزار ہا صحابۂ کرام اور تابعین عظام کو شہید کیا۔ ایک ہزار حرم نبوی کی کنواری عصمت مآب خواتین کی عصمت دری کی اور غیر کنواری کی کوئی گنتی نہیں۔ مسجد نبوی میں گھوڑے بندھوائے جہاں گھوڑوں نے لید اور پیشاب کیے تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ جماعت اجلۂ صحابۂ کرام کو طرح طرح سے ذلیل کیا۔ حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی نچوائی۔ قسطنطنیہ یزید کے مرنے کے سات سو چوراسی سال بعد ۸۵۷ھ میں عثمان ترکی مجاہد فاتح اعظم محمد خان ابن مراد خان ثانی نے فتح کیا جن لوگوں کی بے علمی کا یہ حال ہے ان سے کیا شکایت۔

ہاں بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ہے: ''اوّل جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم ''یعنی میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا اسے بخش دیا جائے گا۔'' اھ

قیصر کے شہر پر سب سے پہلا حملہ غزوۂ موتہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ۸ھ میں ہوا تھا اور دوسرا حملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا قیصر کا اس وقت دار السلطنت ''حمص'' حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں فتح ہوا۔ اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ہوا۔ یزید قسطنطنیہ کی جس جنگ میں اپنے باپ کے دباؤ سے بادل ناخواستہ شریک ہوا تھا وہ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں ہوئی اس کے پہلے قسطنطنیہ پر تین بار حملہ ہو چکا ہے۔ اس لیے اس حدیث کا مصداق یزید کسی طرح نہیں ہو سکتا۔''

(فتاویٰ شارح بخاری ج ۲۔ ص ۹۴)

یہی مصنف جلیل علیہ الرحمہ ایک دوسرے مقام پر اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"عام طور پر ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ اس حدیث (حدیث) بخاری میں مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے اور قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اس لشکر نے کیا تھا جس کا سپہ سالار یزید پلید تھا یا کم از کم اس میں شریک ضرور تھا............ یہاں بنیادی طور پر دو باتیں غور طلب ہیں۔ اس حدیث میں قسطنطنیہ کا نام نہیں۔ مدینہ قیصر ہے یعنی قیصر کے شہر، مدینہ قیصر کا ترجمہ یا مطلب کسی لغت میں قسطنطنیہ نہیں پھر محدثین نے اس سے کیسے قسطنطنیہ مراد لیا یہ لا ینحل معمہ ہے۔ قیصر کے حدود سلطنت کا کوئی بھی شہر مدینہ قیصر ہو سکتا ہے۔ اب آیئے دیکھئے قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کب ہوا؟

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ اگر کسی کو ضد ہو کہ مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اگر چہ ضد کا کوئی علاج نہیں مگر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت ہے کہ خاص اس ضد کا علاج موجود ہے۔ حدیث کی یہ بشارت اس لشکر کے لیے ہے جو سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا اور جس لشکر میں یزید شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے میں پہلا لشکر نہیں تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ یزید جس لشکر کا امیر تھا وہ ۵۰ھ یا اس کے بعد ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ کے لیے گیا تھا۔ اس سے پہلے قسطنطنیہ پر چار بار حملہ ہو چکا تھا۔ پہلی بار ۳۲ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں حملہ ہوا تھا۔ البدایہ والنہایہ میں ہے: "ثم دخلت سنة ثنتين و ثلاثين وفيها غزا معاوية بلاد الروم حتى بلغ المضيق، مضيق قسطنطنية"

ترجمہ: ۳۲ھ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد روم میں جنگ کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی گھاٹی تک پہونچ گئے" اھ

دوسری بار حملہ ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ کی سرکردگی میں اور تیسری بار ۴۴ھ میں ..... چوتھی بار ۴۶ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں۔ اسی میں ہے: "سنة ثلاث و اربعين فيها غزا بسر بن ابی رطاة بلاد الروم فوقع فيها حتی بلغ مدينة قسطنطنية سنة اربع و اربعين فيها غزا عبد الرحمن بن خالد ابن الوليد بلاد الروم و معه المسلمون" اھ (ایضاً ص ۲۷)

سنة ست و اربعين فيها شتی المسلمون ببلاد الروم مع اميرهم عبد الرحمن بن خالد وقيل كان اميرهم غيره" اھ (ایضاً ص ۳۰)

ترجمہ:- ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ نے بلاد روم میں جنگ کی، یہاں تک کہ بڑھتے گئے حتی کہ شہر قسطنطنیہ تک پہونچ گئے۔ ۴۴ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد نے بلاد روم میں جہاد کیا، اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے۔ ۴۶ھ میں مسلمانوں نے اپنے امیر عبدالرحمٰن بن خالد کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا ایک قول یہ ہے کہ امیر کوئی اور تھا۔ ۴۳ھ میں بن ابی ارطاۃ نے جو جنگ کی اس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قسطنطنیہ تک پہونچ گئے بدایہ نہایہ میں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سیف اللہ قسطنطنیہ تک پہونچ گئے تھے مگر بدایہ نہایہ سے بدرجہا راجح کتاب "ابوداؤد" میں ہے۔

ابوداؤد ص ۳۴۰، اول الجہاد باب فی قولہ عزوجل "وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ" کہ یہ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہونچ گئے اور اس کا محاصرہ کرلیا تھا۔ نیز یہ کہ اس میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے، ابوداؤد میں یہ تفصیل ہے۔ اسلم بن ابو عمران نے کہا: ہم مدینہ سے قسطنطنیہ پر جہاد کے لیے نکلے اور امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ اور

رومی اپنی پیٹھ شہر پناہ سے چپکائے ہوئے تھے ایک صاحب نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا ٹھہر ٹھہر: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اس پر ابوایوب انصاری نے فرمایا یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام غالب ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اپنے کام میں لگ جانا، جہاد چھوڑنا، اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ابن ابی عمران نے کہا ابو ایوب جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔

ترمذی ج ۲ ص ۱۴۱ میں بھی تھوڑی زیادتی اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اس میں یہ ہے کہ مصر پر عقبہ ابن عامر اور ایک جماعت پر فضالہ بن عبید امیر تھے، سپہ سالار کون تھا؟ یہ ترمذی میں نہیں طبری میں البتہ پوری تفصیل ہے۔ ابوداؤد والی سند کے ساتھ ہے۔ کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور پوری جماعت پر عبدالرحمٰن بن خالد امیر تھے ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد سیف اللہ تھے اور اہل مصر کے مجاہدین کے سردار حضرت عقبہ بن عامر اور اہل شام کے فضالہ بن عبید، اس طرح ابوداؤد اور ترمذی کی روایتوں میں تطبیق ہوجائے گی۔

ابوداؤد اور ترمذی میں سنہ مذکور نہیں مگر چوں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ۴۶ھ میں زہر دے کر مار ڈالا گیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۳۱)

تو ضروری ہوا کہ یہ جہاد ۴۶ھ میں یا اس سے پہلے ہوا ہو، یزید پلید جس لشکر میں شریک ہوا۔ خواہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے رہا ہو، خواہ کسی ٹولی کے سردار کی حیثیت سے خواہ عام فوجی کی حیثیت سے وہ قسطنطنیہ پر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا اس کے بعد حملہ آور ہوا تھا۔ بدایہ نہایہ میں ہے: '' سنة تسع واربعين فيها غزا

یزید بن معاویة بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة'' اھ

(ایضاص ۳۲)

ترجمہ: ۴۹ھ میں یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہونچ گیا۔

عمدۃ القاری ص ۲۴۹ ر ۷ میں اسی حدیث کے تحت ہے کہ یہ جنگ ۵۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی تھی خواہ بدایہ نہایہ میں ۵۲ھ کے واقعات میں ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اسی سال یعنی ۵۲ھ میں ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے ایک سال پہلے یا اس کے ایک سال بعد، بہر حال یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر نہیں گیا۔ اور ثابت ہو گیا کہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر کم از کم تین بار ورنہ چار بار حملہ ہو چکا ہے۔ پہلے ۳۲ھ میں حضرت معاویہ نے کیا، ۴۳ھ میں بسر بن ابوارطاۃ نے کیا، ۴۴ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید نے کیا، ۴۶ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد سیف اللہ یا کسی اور صاحب کی سربراہی میں ہوا۔

اب اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں ''مدینہ قیصر'' سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے تو اول جیش الخ متعین کر رہا ہے کہ اس کے مصداق حضرت معاویہ یا بسر بن ابوارطاۃ، یا حضرت عبدالرحمٰن بن خالد سیف اللہ اور ان کے ہم راہی ہیں۔ جس لشکر میں یزید تھا وہ اس حدیث کے مصداق ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ پانچواں یا چوتھا، اور بشارت صرف اس لشکر کے لیے ہے جو پہلی بار حملہ کرے گا'' اھ

(مقالات شارح بخاری ص ۳۹۹، تا ۴۰۳ ملخصاً ج)

استاذ الفقہا، فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اس موضوع کے متعلق مختصر مگر جامع بحث فرماتے ہیں جس سے حق خوب آشکارا

ہو جاتا ہے۔

آپ رقم طراز ہیں:۔ یزید پلید جس نے مسجد نبوی اور بیت اللہ شریف کی بخت بے حرمتی کی جس نے ہزاروں صحابۂ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا بے گناہ عام قتل کیا، جس نے مدینہ طیبہ کی پاک دامن خواتین کو اپنے لشکر پر حلال کیا اور جس نے جگر گوشۂ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر پیاسا ذبح کیا۔ ایسے بد بخت اور مردود کو پیدائشی جنتی اور بخشا بخشایا ہوا ثابت کرنے کے لیے آج کل کچھ لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ ایسے لوگ چاہے اپنے آپ کو سنی کہیں یا دیوبندی لیکن حقیقت میں وہ اہل بیت رسالت کے دشمن خارجی اور یزیدی ہیں اس بد بخت کی حمایت میں وہ لوگ بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو حدیث قسطنطنیہ کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔ ان باطل پرست یزیدیوں کا مقصد یہ ہے کہ جب یزید کی بخشش اور اس کا جنتی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہے تو امام حسین کا ایسے شخص کی بیعت نہ کرنا اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنا بغاوت ہے اور سارے فتنہ وفساد کی ذمہ داری انہیں پر ہے۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

یزیدی گروہ جو حدیث پیش کرتا ہے وہ یہ ہے: ''قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم ''یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا۔ وہ بخشا ہوا ہے'' اور قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا یزید لہٰذا وہ بخشا بخشایا ہوا پیدائشی جنتی ہے۔

یزیدی گروہ کی اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے خفایا وغیوب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان حق ہے لیکن قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر پہلا حملہ کرنے والا یزید ہے یہ دعویٰ صحیح نہیں اس لیے کہ

یزید نے قسطنطنیہ پر کب حملہ کیا اس کے بارے میں چار اقوال ہیں ۴۹ھ ۵۰ھ ۵۲ھ اور ۵۵ھ دیکھئے کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۳۱، بدایہ نہایہ جلد ۸ ص ۳۲، عینی شرح بخاری ج ۱۴ ص ۱۹۸، اور اصابہ ج اول ص ۴۰۵۔

معلوم ہوا کہ یزید ۴۹ھ سے ۵۵ھ تک قسطنطنیہ کی کسی جنگ میں شریک ہوا چاہے سپہ سالار وہ رہا ہو یا حضرت سفیان بن عوف اور وہ معمولی سپاہی رہا ہو۔ مگر قسطنطنیہ پر اس سے پہلے حملہ ہو چکا تھا جس کے سپہ سالار حضرت عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید تھے اور ان کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے .... دیکھئے حدیث شریف کی معتمد و مشہور کتاب ابو داؤد شریف ص ۳۴۰ اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ۴۶ھ یا ۴۷ھ میں ہوا جیسا کہ بدایہ نہایہ جلد ص ۳۱، کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۲۹ اور اسد الغابہ جلد ۳ ص ۴۴۰ میں ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کا حملہ قسطنطنیہ پر ۴۶ھ یا ۴۷ھ سے پہلے ہوا اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ یزید قسطنطنیہ کی ایک جنگ کے علاوہ کسی میں شریک نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسطنطنیہ پر جو پہلا حملہ کیا تھا یزید اس میں شریک نہیں تھا تو پھر حدیث ''اول جیش من امتی'' میں یزید داخل نہیں اور جب وہ داخل نہیں تو اس حدیث شریف کی بشارت کا بھی مستحق نہیں .... اور یاد رکھئے کہ ابوداؤد شریف صحاح ستہ میں سے ہے۔ عام کتب تاریخ کے مقابلہ میں اسی کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال اس جنگ میں ہوا کہ جس کا سپہ سالار یزید تھا تو اس میں کوئی خلجان نہیں اس لیے کہ قسطنطنیہ کا پہلا حملہ جو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں ہوا آپ اس میں شریک رہے اور پھر بعد میں جب اس لشکر میں شریک ہوئے جس کا سپہ

سالار یزید تھا تو قسطنطنیہ میں آپ کا انتقال ہو گیا اس لیے کہ قسطنطنیہ پر متعدد بار اسلامی لشکر حملہ آور ہوا ہے۔

برادران اسلام! اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والا جو لشکر تھا اس میں یزید موجود تھا پھر بھی یہ ہرگز نہیں ثابت ہو گا کہ اس کے سارے کرتوت معاف ہو گئے اور وہ جنتی ہے.......اس لیے کہ حدیث شریف میں یہ بھی ہے. مَا مِنْ مُسْلِمَیْنِ یَلْتَقِیَانِ فَیَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ یَّتَفَرَّقَا ،یعنی جب دو مسلمان آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کو بخش دیا جاتا ہے۔ اگر یزید نوازوں کی بات مان لی جائے تو ان حادیث کریمہ کا مطلب یہ ہو گا کہ مسلمان سے مصافحہ کرنے والے، روزہ دار کو افطار کرانے والے اور ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے والے سب بخشے بخشائے جنتی ہیں۔ اب اگر وہ حرمین طیبین کی بے حرمتی کریں معاف، کعبہ شریف کو کھود کر پھینک دیں معاف، مسجد نبوی میں غلاظت ڈالیں معاف، ہزاروں بے گناہ کو قتل کر ڈالیں معاف، یہاں تک کہ اگر سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پاروں کو تین دن بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کر ڈالیں تو وہ بھی معاف اور جو چاہیں کریں سب معاف۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔

برادران اسلام! اگر کسی عمل خیر سے صغیرہ، کبیرہ اور اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جائیں جیسا کہ آج کے یزیدیوں نے سمجھا ہے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مصافحہ کرے گا اور اس کے بعد جو چاہے گا کرے گا۔ اگر کوئی اسے سرزنش کرے گا تو کہے گا ایک مسلمان سے مصافحہ کے سبب ہمارا اگلا، پچھلا سب گناہ معاف ہو گیا ہے ہمیں کچھ نہ کہو۔ خدائے عزوجل یزید نوازوں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور گمراہی و بد مذہبی سے بچنے کی توفیق رفیق بخشے ''اھ (خطبات محرم ص ۳۴۵ تا ۳۴۸)

دونوں بزرگوں کی تحقیق سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ یزید کے جنتی ہونے کے متعلق حدیث شریف کو غلط طریقہ سے جو پیش کیا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس حدیث کی بشارت کے مستحق کون حضرات ہیں۔ اہل سنت و جماعت کو اپنے بزرگوں کی روش اور طریقہ کو اپنانا چاہئے اور یزیدیوں اور یزید نوازوں کی کسی بات پر بالکل کان نہ دھرنا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حق وصداقت پر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عشرۂ محرم کی چند غلط فہمیاں

جو خرافات کی عشرۂ محرم میں کی جاتی ہیں ان کی منت ماننا جہالت ہے

بہت سے لوگ تعزیہ رکھنے، پیک بننے، بچوں کو فقیر بنانے یا مرثیہ وغیرہ پڑھنے کی منت مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ان منتوں کو پورا نہ کیا جائے تو کوئی آفت آجائے گی یا بچہ مر جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسی منتیں ماننا سخت جہالت و حماقت ہے۔ اور اگر ایسی منتوں کو مانی بھی ہو تو پوری نہ کرے۔

بہار شریعت میں: ''علم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیوں پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں۔ ان کی منت سخت جہالت ہے۔ ایسی منت ماننی نہ چاہیئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے۔'' اھ

(بہار شریعت ج:۲، ح:۹، ص:۳۵ قادری کتاب گھر بریلی شریف)

نیز اور آگے اسی جگہ خیر خواہانہ نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہو تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں گے تو بچہ مر جائے گا بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ نا جائز

منتیں بجا نہ لیں گی۔منت مانا کرو تو نیک کام نماز،روزہ، خیرات ، درود شریف،کلمہ شریف،قرآن مجید پڑھنےفقیروں کوکھانا دینے کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانواوراپنے یہاں کسی سنی عالم سے پوچھ لوکہ یہ منت ٹھیک ہے یانہیں وہابی سے نہ پوچھنا کہ وہ گمراہ بے دین ہے وہ صحیح مسئلہ نہ بتائے گا بلکہ اپچ پیچ سے جائز امرکوناجائز کہہ دے گا۔" اھ

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "پیک بننا نری نقالی اور بیہودہ و بے معنی ہے اور گھنٹے لٹکانا حدیث میں منع فرمایایوں ہی فقیر بن کر بلاضرورت و مجبوری بھیک مانگنا حرام اور ایسوں کو دینا بھی حرام اور وہ منت مانی کہ دس برس تک ایسا کریں گے سب مہمل وممنوع ہے۔قال صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم "لا نذر فی معصیۃ" اھ ملخصاً

(فتاویٰ رضویہ، ج:۹،ص:۳۶،نصف آخر مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

عشرۂ محرم میں سرخ،سیاہ سبز کپڑوں کا پہننا کیسا ہے؟

عشرۂ محرم میں سرخ،سیاہ سبز ان تینوں کپڑوں کو بدعتی پہنتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان رنگ کے کپڑوں سے پرہیز کرنا چاہیئے اورسرخ یا گلابی اہل بیت کرام رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دشمن خوشی ظاہر کرنے کے لئے پہنتے ہیں ۔سیاہ کپڑا رافضی پہنتے ہیں ۔سبز یعنی ہرا کپڑا ،تعزیہ دار لوگ پہنتے ہیں ۔علاوہ ازیں ان کپڑوں کولوگ سوگ کی غرض سے پہنتے ہیں ۔اس لئے ان کپڑوں کوایام عشرۂ محرم میں پہننا منع ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "عشرۂ محرم کے سبز رنگے ہوئے کپڑے بھی ناجائز ہیں یہ بھی سوگ کی غرض سے ہیں ۔سوگ میں اصلی سیاہ لباس ہے وہ تو رافضیوں نے لیا اور انہیں زیبا بھی تھا کہ ایک تو ان کے دلوں کی بھی یہی رنگت ہے دوسرے یہ کہ سیدنا امام شافعی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "الشیعۃ نساء

ھـذہ الامۃ" شیعہ اس امت کی عورتیں ہیں۔ سوگ وماتم عورتوں کو خوب آتے ہیں، ہمارے سنی جاہل بھائی سیاہی سے تو بچے کہ رافضیوں کی مشابہت نہ ہو مگر اس سے قریب تو رنگت سبزی پائی اسے اختیار کیا۔ سبزی جب گہری ہوگی سیاہی لے آئے گی ہلکی سیاہی کو سبز کہتے ہیں لہٰذا اس نیت سے یہ بھی ناجائز مسلمان کو چاہیئے کہ عشرۂ محرم میں تین رنگوں سے بچے۔ سیاہ، سبز، سُرخ، سیاہ سبز کی وجہیں تو معلوم ہوگئیں اور سرخ آج کل ناصبی خبیث خوشی کی نیت سے پہنتے ہیں۔ سیاہ میں اودا نیلا کاسنی۔ سبز میں کاہی دھانی پستیؔ۔ سرخ میں گلابی، عنابی، نارنجی سب داخل ہیں غرض جس پر ان کی مشابہت ہو اس سے بچنا بہتر ہے۔" اھ ملخصاً (فتاویٰ رضویہ، ج:۹، ص:۳۶، نصف آخر)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے عشرۂ محرم میں تین رنگ کے لباس اہل بدعت پہنتے ہیں ان تینوں سے اجتناب چاہیئے۔ اوّل سرخ یا گلابی کہ یہ خوارج دشمنان اہل بیت اظہار مسرت کے لئے پہنتے ہیں۔ دوم سیاہ کہ اس کو روافض پہنتے ہیں۔ سوم سبز یا دھانی کہ یہ تعزیہ داروں کا شیوہ ہے۔ اگر کپڑا مختلف رنگ کا ہو تو وہ ان تینوں سے خارج ہے۔" اھ (فتاویٰ امجدیہ، ج:۴، ۱۴۷)

عشرۂ محرم میں کسی بزرگ کی نیاز کا حکم

بہت سے جہلا یہ خیال کرتے ہیں کہ عشرۂ محرم میں شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ کی فاتحہ ونیاز نہیں ہوسکتی۔ تو شرعاً ایسا خیال غلط وباطل ہے ہر مہینہ کی ہر تاریخ میں ہر بزرگ کے نام نیاز، فاتحہ ہوسکتی ہے۔

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: "عوام کا یہ خیال کہ عشرۂ محرم میں سوائے شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دوسرے کی فاتحہ نہیں ہوسکتی، یہ غلط ہے۔" اھ

(فتاویٰ امجدیہ ج:۱، ص:۳۵۷)

بہار شریعت میں ہے "بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ محرم میں سوائے شہدائے کربلا کے دوسروں کی فاتحہ نہ دلائی جائے ان کا یہ خیال غلط ہے۔ جس طرح دوسرے دنوں میں سب کی فاتحہ ہوسکتی ہے ان دنوں میں بھی ہوسکتی ہے۔" اھ (بہار شریعت ج:۴، ح:۱۶، ص:۲۴۵ مطبوعہ قادری کتاب گھر بریلی شریف)

ماہ محرم الحرام یا صفر المظفر میں شادی کرنا کیسا ہے؟

بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ محرم الحرام اور صفر المظفر کے مہینے میں شادی بیاہ کرنا منع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں کوئی ممانعت نہیں کسی بھی مہینہ میں نکاح کیا جائے اور جو مشہور ہے غلط ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں۔" اھ (فتاویٰ رضویہ، ج:۵، ص:۹۷ امطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

الملفوظ میں ہے: "نکاح کسی مہینے میں منع نہیں یہ غلط مشہور ہے۔" اھ (الملفوظ، ج:۱، ص:۶۸ مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی)

حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: "ماہ محرم میں شادی بیاہ کرنا جائز ہے شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔" اھ (فتاویٰ فیض الرسول، ج:۱، ص:۵۶۲)

عشرۂ محرم میں روٹی نہ پکانا، جھاڑو نہ دینا کپڑے نہ اُتارنا کیسا ہے؟

بعض اہل سنت و جماعت کے لوگ اس عشرے میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں، نہ جھاڑو دیتے ہیں، نہ ان دس دنوں میں کپڑے اتارتے ہیں تو از روئے شرع یہ ساری چیزیں سوگ میں داخل ہیں اور سوگ حرام ہے اس لئے اہل سنت و جماعت کے لوگوں پر لازم ہے کہ ان حرکات قبیحہ سے باز آئیں اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہوں۔ احکام شریعت میں ان باتوں کے تعلق سے ہے۔ "تینوں باتیں سوگ ہیں

اور سوگ حرام ہے۔" اھ ملخصاً (احکام شریعت ج:۱ص:۱۲۷)

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ کچھ جاہل گنوار مرجہ تعزیہ داری کے جواز کو ثابت کرنے کے لئے اکابر کے من گڑھت واقعات اور قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں خود اس جاہل نے بھی اپنے رسالہ میں اس قسم کے کئی واقعات تحریر کیا ہے صفحہ ۲۱؍ پر حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی کا، صفحہ ۲۵؍ پر علماے فرنگی محل لکھنؤ کا، اور اسی صفحہ پر علامہ سید اظہار اشرف صاحب اشرفی الجیلانی کا، صفحہ ۲۶؍ پر سید محمد عبدالرشید کا، صفحہ ۲۷؍ پر حاجی وارث علی شاہ وغیرہم کا۔ چنانچہ اس طرح کی حکایات کے تعلق سے سید عبدالرزاق بانسوی علیہ الرحمہ کی ملفوظات سے چند حکایتیں نقل کر کے سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا کہ یہ درست ہے یا نہیں؟ ہم سوال وجواب کو بعینہٖ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ایسے لوگ اسے پڑھیں اور سبق حاصل کریں:

ایک فرضی حکایت منسوب بہ سید عبدالرزاق بانسوی علیہ الرحمہ کی حقیقت

(۱) **حکایت** :مسئولہ علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۶؍ محرم الحرام ۱۳۰۰ھ محرم کی دسویں تاریخ تھی مولانا ممدوح ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے جو جلاہوں کا تھا اور مصنوعی کربلا میں دفن ہونے کے لئے لوگ لئے جاتے تھے۔ آپ کی وجہ سے اور خدام و مریدین بھی ساتھ ہولئے کربلا تک ساتھ ساتھ رہے بلکہ دیر تک قیام فرمایا کچھ دنوں بعد بعض خاص مریدین نے پوچھا تو فرمایا کہ مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہولئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیاے کرام کا مجمع تھا۔

(۲) انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ ایک دن عاشورہ کو مسجد میں بیٹھے وضو کررہے تھے، ٹوپی مبارک فصیل پر رکھی تھی کہ یکایک اسی طرح سر برہنہ نیچے تشریف لے آئے اور ایک تعزیہ کے ساتھ ہولئے۔ اس دفعہ لوگوں نے دریافت

کیا تو فرمایا کہ حضرت سیدۃ النسا تشریف فرما تھیں۔دونوں روایتیں کہاں تک صحیح ہیں؟

الجواب: دونوں حکایتیں محض غلط و بے اصل ہیں۔تعزیہ داروں کو نہ کوئی دلیل شرعی ملتی ہے نہ کسی معتمد کا قول مجبورانہ حکایت بناتے ہیں اسی ساخت کی حکایت کوئی شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کرتا ہے کوئی مولانا شاہ عبد المجید صاحب سے کوئی حضرت مولانا فضل رسول صاحب سے،کوئی مولوی فضل الرحمن صاحب سے،کوئی میرے حضرت جدامجد سے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اور سب باطل اور مصنوعی ہیں میں تو ابھی زندہ ہوں میرے نسبت کہہ دیا کہ ہم نے اسے تعزیہ یا شاید علَم بتائے کہ ان کے ساتھ جاتے دیکھا اور اس حکایت کا کذب تو خود اسی سے روشن کہ فرمایا"مجھے تعزیوں سے کچھ مطلب نہیں ہم تو امام عالی مقام کو دیکھ کر ساتھ ہو لئے تھے کہ ان کے ساتھ اولیاے کرام کا مجمع تھا۔"سبحان اللہ جب تعزیے ایسے معظم ومقبول ومحبوب بارگاہ ہیں کہ خود حضور پرنور امام انام علیٰ جدہ الکریم ثم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس ان کی مشایعت فرماتے ہیں ان کے ساتھ چلتے ہیں تو ان سے کچھ مطلب نہ ہونا اللہ عزوجل کے محبوب ومعظم سے مطلب نہ ہونا ہے جو ولی تو ولی کسی مسلمان کی شان نہیں۔پھر آگے تمۂ کلام ملاحظہ ہو کہ ان کے ساتھ اولیاے کرام کا مجمع تھا یہ"کاف" بیانیہ تو ہو نہیں سکتا ضرور تعلیلیہ ہے یعنی حضرت امام کے ساتھ ہونے پر بھی کچھ توجہ نہ کی مگر کیا کیا جاے ان کے ساتھ مجمع اولیا تھا لہٰذا مجبورانہ شامل ہونا پڑا۔عیب بھی کرنے کو ہنر چاہیے۔ہاں خوب یاد آیا ۳ ر جمادی الاخریٰ ۲۷ھ کو تلہر سے ایک سوال آیا تھا کہ تو نے تعزیہ داری کو جائز کر دیا ہے۔اس خبر کی کیا حقیقت ہے؟ایک رافضی بڑے فخر سے روایت کو نقل کرتا ہے۔ایضاً تیرا اور دیگر چند علماے بریلی کا فتویٰ تیار ہوا ہے کہ آیت تطہیر کے تحت میں ازواج مطہرات داخل نہیں اس فتویٰ کی نقل اس رافضی کے پاس دیکھنے میں آئی ہے۔فقط

اب فرمایئے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت درکار جب زندوں کے ساتھ

یہ برتاؤ ہے تو احیاے عالم برزخ کی نسبت جو ہو کم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔اھ
(فتاویٰ رضویہ، ج: ۴، ص: ۲۷، نصف آخر)

حضرت علی اصغر یا دیگر ائمہ کرام کو معصوم کہنا کیسا ہے؟

بہت سے لوگ حضرت علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ائمہ کرام کو یہاں تک کہ چھوٹے بچوں کو معصوم کہہ دیتے ہیں مثلاً معصوم علی اصغر، معصوم سکینہ، معصوم بچہ وغیرہ۔تو شرعاً ان کی یہ اصطلاح غلط ہے کیونکہ معصوم ہونا نبی اور فرشتہ کا خاصہ ہے۔انبیا اور فرشتوں کے سوا اور کوئی معصوم نہیں لہٰذا معصوم علی اصغر کہنا یا کسی بچہ کو معصوم کہنا جائز نہیں۔

بہار شریعت میں ہے: ''یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کوئی معصوم نہیں اماموں کو انبیا کی طرح معصوم سمجھنا گمراہی و بد دینی ہے۔''اھ (بہار شریعت حصہ اوّل، ص ۱۳)

کیا عشرۂ محرم میں مچھلی، کبوتر کا گوشت، مسور کی دال کھا سکتے ہیں؟

بعض جگہ یہ رواج ہے کہ محرم الحرام کے عشرہ میں مچھلی، کبوتر کا گوشت اور مسور کی دال نہیں کھاتے اور بڑی سختی سے منع کرتے ہیں تو ان کا یہ رواج از روے شرع درست نہیں ہے بلکہ یہ ان کی سخت جہالت وحماقت ہے مسلمانوں کو ان بے جا رواجوں سے باز آنا ضروری ہے۔

تعزیہ کا ڈھانچہ مسجد میں رکھنا کیسا ہے؟

شرعاً مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام وبدعت سیئہ ہے جیسا کہ حضرات علماے کرام وفقہاے عظام کی عبارات وفتاویٰ سے ظاہر ہے۔اور مساجد اس لیے نہیں بنائی جاتی ہیں بلکہ نماز، ذکر وتلاوت اور خدا کی عبادت کے لیے بنائی جاتی

ہیں۔اس لیے مساجد میں خواہ اوپر کی منزل ہو یا نیچے کی منزل ہو، مساجد کشادہ ہوں یا تنگ بہر حال ان میں تعزیہ کا ڈھانچہ رکھنا حرام وگناہ ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً تعزیہ کو مساجد سے نکالیں اور نمازیوں کی نماز کے لیے خالی کردیں۔

سراج الفقہا محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی دام ظلہ العالی اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''تعزیہ کا ڈھانچہ مسجد میں رکھنا حرام وگناہ ہے چاہے نیچے کی منزل میں رکھیں یا اوپر کی اور مسجد خواہ کشادہ ہو یا تنگ کہ مسجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہے۔

مسجد تو عبادت، تلاوت اور ذکر الٰہی کے لیے ہے۔حدیث میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:'' انما ھی لذکر اللہ والصلوٰۃ و تلاوۃ القرآن ''مساجد تو ذکر الٰہی اور نماز وتلاوت قرآن کے لیے ہیں'' اھ

(صحیح مسلم شریف ص ۱۳۸، ج ۱، باب وجوب غسل البول)

پھر شرعاً موجودہ تعزیہ داری ناجائز ہے تو مسجد کو اس کے کسی غرض کے لیے استعمال کرنا بھی ناجائز ہوگا۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجد کو تعزیہ کے ڈھانچے سے خالی کریں اور نمازیوں کو وہاں نماز پڑھنے کا موقع دیں اور فوراً ہی اس پر عمل درآمد ہو'' اھ (آپ کے مسائل ص ۸)

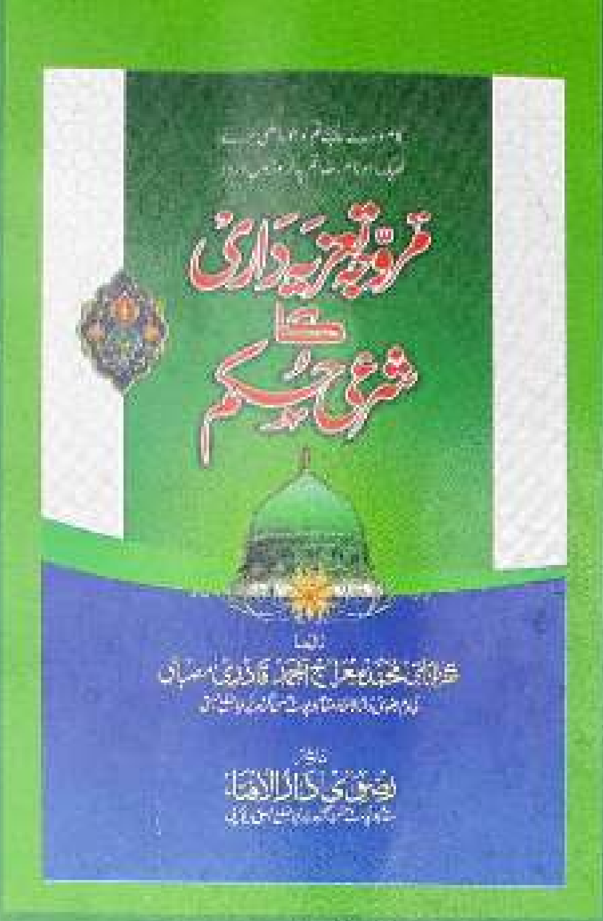
دعا ہے کہ رب قدیر مسلمانوں کو شریعت طاہرہ کے اصول وضوابط کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔اور اس کتاب کو ہمارے لیے ذریعۂ نجات آخرت بنائے۔(آمین) بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ الصلوات و آلہ التسلیم۔

تمت

بعونہ تعالیٰ وبعون رسولہ الاعلیٰ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد معراج احمد قادری مصباحی بستوی

☆☆☆



رضوی دار الافتاء

RAZVI DAR-UL-IFTA

Vill & Post Hasan Garh, Piraila, Distt. Basti (U.P.)

₹ 100/-